

رُوحِ سُلُوكِ

مجموعہٴ کلام

شامین اقبال آثمہ پوری

مکتبہ

عارفانِ حق القیامیہ، ناشرین، محرمہ، اختر شاہ، لاہور

کتاب خانہ عظیمہ

مَجْمُوعَةُ کَلَامِ

اُمِّ سَلَوٰہِ

حضرت جناب شہیدین اقبال اشرف صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز بیعت

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد آخیر صاحب دامت برکاتہم

کتاب خانہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لِحَمْدِهِ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

اَنَّ مِنَ الشَّعْرِ حِكْمَةٌ

بخاری شریف، کتاب الادب

ترجمہ

بے شک بعض شعر حکمت آمیز ہوتے ہیں
جو لوگوں کے لئے نافع ہوتے ہیں

انتساب

بجملہ اللہ میں اس کتاب کو مرشدی و مولائی سیدی و سندھی عارف
باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی
کے نام نامی سے منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

کسی کی سستی نہ دیکھتا ترے حصول کے بعد
یہی دلیل مرے حسن انتخاب کی ہے

نعارے

ہے حاصلِ طریقِ معاصی سے اجتناب
تقویٰ کا اہتمام ہی روحِ سلوک ہے
ہر شعر اس کا جانِ تصوف ہے بالیقین
مجموعہ کلام ہی روحِ سلوک ہے

فہرست

تقاریظ اکابرین کرام

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی ۲

حضرت مفتی نظام الدین شامزئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۴

جناب حاجی ثار احمد خان فتحی صاحب دامت برکاتہم ۱۳

مقدمہ

جناب خالد اقبال نائب صاحب دامت برکاتہم ۱۸

پیش لفظ

جناب شاہین اقبال اثر صاحب دامت برکاتہم ۲۳

تحدیث بالنعمة ۲۵

حمد باری تعالیٰ شانہ

جو جسم و جاں کے ساتھ ہے شہہ رگ کے پاس ہے ۲۸

جلوہ حیرانی بہرِ سونظر آتا ہے مجھے ۲۹

ترا کیا ہے تو ہم ذروں کو پھر سے کہکشاں کر دے ۳۰

یکتا ہے ذات ایزدی اپنی صفات میں ۳۱

کوئی مجھ سے پوچھے میں کیا مانگتا ہوں ۳۲

- ۳۳..... چھا گیا رنگِ حق پر جب تیری مدحت کا پھول
- ۳۴..... کھلا سا کس پر بھی آخرش یہ انتظام اس کا
- ۳۵..... بزمِ ہستی میری کیا ہے مجھے معلوم نہ تھا
- ۳۶..... نشہءِ عشق کو رائل نہیں ہونے دیتا
- ۳۷..... ہم اس سے دور ہو گئے کتنا عجیب ہے

۳۸..... وجدان کی لے پر تیرا پیغام سنا ہے

نذرانہء عقیدت دربارِ گاہِ نبوت ﷺ

- ۳۹..... نبی ﷺ کی یاد ہی سے روحِ مومن شاد ہوتی ہے
- ۴۰..... اس پہ نظارہ ہے از ہم روضہء سرکارِ ﷺ کا
- ۴۱..... مراد کیا تو ہم ان کا فرمایا یقینی ہے
- ۴۲..... جو غر ز میں ناز فلک رشکِ لب ہے
- ۴۳..... ذرا بھی شک جسے ختمِ الرسل ﷺ کی بات میں ہے
- ۴۴..... گر نہ ہوتے آپ تو ہوتے کہاں شمس و قمر
- ۴۵..... اہل دنیا کو بارگاہِ بخشش دنیا کے پھول
- ۴۶..... بے خودی کیسی ان اصحاب پہ چھائی ہو گی
- ۴۷..... روزِ کبر سے گزری جو ثناء کی خوشبو
- ۴۸..... اثر جو شافعِ محشر ﷺ کے گن گایا نہیں کرتے
- ۴۹..... جب آسمان مدحِ سرانے رسول ﷺ ہے
- ۵۰..... روانہ ہونے کو ہے وہ طیبہ نگر سفینہ

حقیقتِ عشق ۵۴

چاہے جو دور رہ کے بھی قربت رسول ﷺ کی ۵۴

بہت سننے کو سیرت پر ہمیں تقریر ملتی ہے ۵۵

امت کی راہ راہ ہدایت سے کٹ گئی ۵۶

ہے بحرِ عشق سامنے فوراً تر چلو ۵۷

مدحتِ سرِ کار ﷺ کرنا کب کسی کا ہے کمال ۵۸

وہ شہر جس میں ذاتِ شہِ دیں ﷺ مکیں ہے ۵۹

ہر سمت ایک نور کا ہونے لگا ظہور ۶۰

افسوس و تعجب ہے مجھے اس غلام پر ۶۱

حقِ عشقِ شہِ دیں ﷺ کا ادا کیوں نہیں کرتے ۶۲

سرِ محشر پہ خورشیدِ محشر کا مجھے کیا نور ۶۳

ہو یوں ذوقِ سخن محدود تو سیفِ حمدِ ﷺ تک ۶۴

ہے جوارِ ماں نخلِ ایماں ہو ثمرِ آراستہ ۶۵

پیشِ نظر جب عظمتِ خیر البشر ﷺ ہوئی ۶۶

عالمِ مثنوی عشاق بھی کیا خوب ہے ۶۷

رہنماؤں کو بھی تعلیم یہ دی جاتی ہے ۶۸

بکھرائے پھولِ نطق سے شیریں کلام نے ۶۹

شفیعِ المذنبین ﷺ کی ابتدا ہے ۷۰

پہلے عمل میں ان کی اثر پیروی کرو ۷۱

اگر رخ مدینے کی جانب نہیں ہے ۷۲

۷۳..... لکھنؤ میں مسلمانوں کی تعداد

۷۴..... لکھنؤ کی نسبت پہ نازاں ہوں میں

درمدح شیخ

۷۶..... علامہ اب جنوں اپنا خرد آمیز ہے ساقی

۷۸..... دہلی کا سرمایہ

۷۹..... دہلی ستارہ خن وقف اس کی شان میں ہے

۸۰..... دہلی و نگاہ میں اک انقلاب کر دیا

۸۱..... دہلی کے اختر کیا کہوں

۸۲..... دہلی کے ستارے بیاہیاں ہو تو گلشن کو چلو

۸۳..... دہلی کوئی پیر میرے پیر کی طرح

۸۴..... دہلی سے پھول ہیں لیکن گول بھیں کوئی

۸۵..... دہلی چارہ گر سمجھتا ہے

۸۶..... دہلی کے کوئی اس نے ادھر نظر ڈالی

۸۷..... دہلی کی ہم ہی گزریں اہل تقویٰ کی طرح

۸۸..... دہلی میں ہے کوئی بھی پیارا ترے بغیر

۸۹..... دہلی کے جاوواں پاؤں گا میں

۹۰..... دہلی کے ہر کام عقل سے پردہ اٹھا دیتا

۹۱..... دہلی تھا حضور شیخ سے دوری نہیں ہوتی

۹۲..... دہلی کہاں میں پارسا و پاک ہونا چاہتا ہوں

- کسی کی یاد کی خوشبو لئے دامن میں رہتا ہوں ۹۳
- اس پہ شاہین کیوں نہ ناز کرے ۹۴
- روپوش ہو گئے ہیں جبھی گلستاں سے پھول ۹۵
- ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون ۹۶
- میری جانب بھی اب نظر کرم اے ساقیا کر دے ۹۹
- جوانی یہ رشکِ جوانی نہ ہوتی ۱۰۰

پند و موعظت (اصلاحی اشعار)

- ملی اللہ والوں کی جنہیں صحبت نہیں ہوتی ۱۰۲
- ہم ان سے مل کے اک ایسی خوشی محسوس کرتے ہیں ۱۰۳
- رہ سلوک کا کیف و سرور پانہ کے ۱۰۵
- روشنی بے حساب ہے دل میں ۱۰۶
- کہ جی بھرتا نہیں ہے بندگی سے ۱۰۷
- آنکھوں میں بھی تقویٰ کا اجالا نہیں ہوتا ۱۰۸
- جس کو ان کا قرب حاصل ہو گیا ۱۰۹
- ان کے حکم کے مقابل رزو کیا چیز ہے ۱۱۰
- اپنی ہستی کو مٹانے سے خدا ملتا ہے ۱۱۱
- وہ جس کو آخرت کی فکر دامن گیر ہوتی ہے ۱۱۲
- فہم اس کا صرف دیوانوں میں ہے ۱۱۳
- فتائیتِ حسن ۱۱۵

- ۱۱۶..... کئی رہی وہ مشقت نہیں رہی
- ۱۱۷..... اب گناہ کرتا ہے
- ۱۱۸..... کتاؤں کی جسارت کر رہے ہو
- ۱۱۹..... ان کے لی کی صورت بنائیجئے
- ۱۲۰..... یہ وہ اٹھادے تو مزہ آجائے
- ۱۲۱..... دل میں جب انکا غم نہ ہو گا
- ۱۲۲..... دل میں جب ہم گناہوں میں
- ۱۲۳..... کی کالطف پیچ پوچھو تو بس سنت میں سے
- ۱۲۴..... کی کشتی کا رخ عتبی کے ساحل کی طرف
- ۱۲۵..... کارہے لگیں
- ۱۲۶..... صورت ابرار کے ہوتے ہوئے
- ۱۲۷..... دوست قدم اپنے براہ سوجی مجھ کر
- ۱۲۸..... علی کا اظہار
- ۱۲۹..... مہدات کی بھٹی جو گزرتا ہے
- ۱۳۰..... علی
- ۱۳۱..... کرب الہی پائے گی
- ۱۳۲..... دیکھو کس دنیائے دنیا کی خندانی میں ہے
- ۱۳۳..... کمال
- ۱۳۴..... کوئی چٹک بہترین دوچار دن کی بات ہے
- ۱۳۵..... کیا ہے رو گزر ہے دوست
- ۱۳۶.....

- دیکھ نسبت کو معاصی سے تو کمزور نہ کر ۱۳۷
- سر بلندی *روح ۱۳۸
- انعام جب سے میں نے پایا ہے عاجزی کا ۱۳۹
- جو میرا قول ہے وہ میرا حال ہو جائے ۱۴۰
- سنت کی روشنی ۱۴۱
- آثر جب مہرباں انساں پہ قسمت ہونے لگتی ہے ۱۴۲
- حسن کو جب زوال ہوتا ہے ۱۴۳
- بھلا اشک ندامت عرش پر کب پائے جاتے ہیں ۱۴۴
- مہرباں بندے پہ جس دم حق تعالیٰ ہو گیا ۱۴۵
- ”سرخ کافر تھا جو بچپن میں مسلمان ہو گیا“ ۱۴۶
- علاج ۱۴۷
- تحریک اصل میں ہے یہی حلقہ کی ۱۴۸
- رہا محروم وہ دونوں جہاں کی شادمانی سے ۱۵۰
- کیسی بندش آنکھ پر ہے یہ ابھی مت پوچھتے ۱۵۱
- ایمان کی حلاوت کا مزد کیوں نہیں لیتے ۱۵۲
- راہِ اہل کفر ہو گا جتنا عالم فانی کے ساتھ ۱۵۳
- قرب کی لذت ۱۵۴
- حسد کی آگ میں جس کو بھی جلتے دیکھا ہے ۱۵۵
- میں اپنی زینت حسینوں کے نام کیوں کرتا ۱۵۶
- تمام شب کی تہجد کا نور ایک طرف ۱۵۷

- ۱۵۸..... اپنی راہ میں جس کو قبول کرتے ہیں
- ۱۵۹..... ہے ایسا سوزِ اہلِ دل کہ جو بے ساز ہوتا ہے
- ۱۶۰..... بے محسن سے غداری کرے گا
- ۱۶۱..... ہوا اہلِ دل ہیں وہ یہ اہتمام کرتے ہیں
- ۱۶۲..... سے نسبت کا موتی حق تعالیٰ خود عطا کر دے
- ۱۶۳..... ہوا اہلِ نفس نے طوفانِ اٹھار کھا ہے
- ۱۶۴..... اس سمت کبھی تابِ نظارہ نہیں ہوتا
- ۱۶۵..... اشی
- ۱۶۶.....
- ۱۶۷..... جب بتلا ہوا آدمی عشقِ مجاز میں
- ۱۶۸..... یہ کیسی آہ و فغاں ہے کسی کو کیا معلوم
- ۱۶۹..... نظرِ مڑا ب نہ کر
- ۱۷۰..... باوجود علمِ قریب حق جسے حاصل نہیں
- ۱۷۱..... حاصل بندگی
- ۱۷۲..... دل میں جو عشق کا طوفان لئے بیٹھے ہیں
- ۱۷۳..... فدا رخ سے استفادہ کرو
- ۱۷۴..... جاوید عہدِ شباب میں
- ۱۷۵..... گاہ وہ ہے ترے دل کو جو کھٹک جائے
- ۱۷۶..... دل نہ پہلو سے نکلنے کی شکایت کرتے
- ۱۷۷..... کہا ہے ہم نے آپ کے غم کو سنبھال کر
- ۱۷۸..... مٹی قربان کر کے مسکرانا چاہتا ہوں

- ۱۷۹.....زلزل آنے سے پہلے
- ۱۸۰.....گر نہیں فرصت تو محسن کے لئے
- ۱۸۱.....رسوانہ کیجئے
- ۱۸۲.....شیخ کامل سے جو اجازت پاتا ہے
- ۱۸۳.....کسی گناہ کو معمولی مت خیال کریں
- ۱۸۴.....خلوص دل سے تو گر طالبِ معافی ہے
- ۱۸۵.....اپنے مولیٰ کی محبت عام کرنا چاہتا ہوں
- ۱۸۶.....میں اتنا جانتا ہوں رہبرِ کامل کے بارے میں
- ۱۸۷.....اے خدا با خدا کچھ نہیں
- ۱۸۸.....طریقِ اولیاء ہے یہ ولایت کی نشانی ہے
- ۱۹۰.....جس کو یہ آرزو ہو کہ بیٹھے خدا کے ساتھ
- ۱۹۱.....قطعہ
- ۱۹۲.....حسنِ بٹاں سے خود کو بہت دور کر دیا
- ۱۹۳.....تو کیا اللہ کا بندہ نہیں ہے
- ۱۹۴.....آیاتِ اخیال مری نیند اڑ گئی
- ۱۹۵.....یادِ رکھنا یہ نصیحت دیکھنا غفلت نہ ہو
- ۱۹۶.....خون کا سمندر
- ۱۹۷.....غمِ تقویٰ غذائے اولیاء ہے
- ۱۹۸.....قطعہ
- ۱۹۹.....دل ہی پہلو میں مچل جانے تو پھر

- ۲۰۰..... دل میں گناہوں کو چھوڑ دیتے ہیں
- ۲۰۱..... کرام سے خطاب
- ۲۰۲..... دن سے کھلی عظمت عقیقی مرے آگے
- ۲۰۳..... وہی منزل نے پکارا ہے طلبگاروں کو
- ۲۰۴..... کی چین سے گزارے گا
- ۲۰۵..... دل کے تابع ہے عشق کی کرامت سے
- ۲۰۶..... روایات سے کٹ کر نہیں دیکھا
- ۲۰۷..... میں وہی قرب خدا کا جام لیتا ہے
- ۲۰۸..... کا ایک دن فتح و ظفر کا دروازہ
- ۲۰۹..... میں وہی رہبر و خوشی منزل کی پاتا ہے
- ۲۱۰..... دل عاشق مزاج اپنی نظر کر جب پچاتا ہے

منظوماتِ جہاد

- ۲۱۱..... ہاں الحق و زہق الباطل ان الباطل کان زہوقا
- ۲۱۲..... جہاد کی طرف سے زچھی نظر سے دیکھنے والو
- ۲۱۳..... کہ جسے بھی نہیں جاگے تو کب جاگیں گے دیوانے
- ۲۱۴..... کشمیر کا سودا نہ کریں گے
- ۲۱۵..... جان و سہے دوں گا خدا کے نام پر
- ۲۱۶..... جہاد جہاد پر یہ وقت کی پکار ہے
- ۲۱۷..... لا الہ الا اللہ یونہی کہاں ہے

- ۲۶۱..... کی دیر ہے
- ۲۶۳..... چشم ہے پُر غم خوش آمدید
- ۲۶۵..... کلمہ سے خطاب
- ۲۶۷..... حسین خواب کی تعبیر کی طرح
- ۲۶۹..... بھری ہوئی ہے بھرپور اعتماد کے ساتھ
- ۲۷۰..... دین کو دنیا میں جو زندہ نہیں کرتا
- ۲۷۱.....

اصلاحی نظمیں

- ۲۷۳..... کے نوجوان سن لے میری فغاں
- ۲۸۲..... نادر و ازہ
- ۲۸۳..... رسول ﷺ ہے
- ۲۸۷..... میں ذکر وطن
- ۲۹۰..... مسلم
- ۲۹۱..... ہے یہ میری التجا
- ۲۹۵..... چشم کے سواں عرش کے سائے میں
- ۲۹۹..... رسول ﷺ
- ۳۰۲..... مجازی
- ۳۰۳..... حشر و حشر
- ۳۰۷..... التجا

۳۱۳..... رقیبوں نے ریٹ لکھوائی ہے

۳۱۶..... لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ

۳۱۹..... برکت ماہ صیام اور بہار تقویٰ

متفرقات

۳۲۲..... خواب تھا دامن امید میرا بھر جانا

۳۲۳..... مجھے یہ غم کہ مری آخرت کا کیا ہو گا

۳۲۴..... جن کو خدا نے حافظ قرآن کر دیا

۳۲۵..... مرزا ٹھگوں سے کم نہیں

۳۲۶..... یہ تیرا اس غلام پر

عکس تحریر

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

دامت برکاتہم

بانیہ تفسیرات

HAKIM MUHAMMAD AKHTAR

HAZIM
HAJUS-E-ISHTIAQ

KHANQAH BIDA'UL ASHRAFIA
ASHRAFUL KADAN
GULSHAN-E-JOBAL-E-KARACHI
PO BOX NO. 11182
PHONES - 461056 - 462671 - 464195

ایم محمد اختر صاحب
دارالافتاء دارالاحیاء
بانیہ تفسیرات
بانیہ تفسیرات
بانیہ تفسیرات

PLAUSA PPMATPPT

تقریظ

مجموعہ کلام اثر (روحِ سلوک) کے منتخبات
مجموعہ کلام شائیں اقبال اثر بہاری مجلس سیر

ساتھ رہتے ہیں ماسوا اللہ تعالیٰ بہت بابرادر مفید اور

الہامی (علاج) میں اصلاح نفس کا مفید ذخیرہ ہے

اللہ تعالیٰ انہیں رحمت سے شرف تبدیل بخشے اور

مفید بھار صدقہ جاریہ بنائیں آمین

رقم الحروف حق محمد اختر صاحب
معاذ اللہ تعالیٰ

پیش نظر تقریظ پہلے مجموعہ کلام بنام "کلام اثر" میں شائع شدہ حضرت والا مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کی تقریظ ہے جسے برکت کے لئے "روح سلوک" کی زینت بنایا جا رہا ہے۔

تقریظ

مرشدی و مولائی حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب
دامت برکاتہم العالیہ

نوجوان شاعر جناب "شاہین اقبال اثر" صاحب سلمہ کا کلام
ماشاء اللہ نہایت اثر آفریں ہے اور اسکی ابھی ان کے لئے یہ شعر
خود بخود موزوں ہو گیا۔

اثر کی آہ سحر میں یہ اثر دیکھا ہے
کہ اس کے شعر ہوئے کتنے پر اثر اختر

وہ ماشاء اللہ فطری شاعر ہیں کیونکہ اس کم عمری میں بدون
ملکہ و خداداد ایسے عمدہ اشعار کوئی بہ تکلف نہیں کہہ سکتا اور سب
سے بڑی بات یہ ہے کہ بزرگوں کے تعلق کی برکت سے اللہ
تعالیٰ نے ان کی شاعری کو مجاز کی رطب و یابس، گل و بلبل کے
فروادہ قصوں، حسن و عشق کے بیہودہ واقعات سے بچالیا اور ان کا
کلام الحمد للہ عشق حقیقی و تصوف و سلوک کی پاکیزہ لذتوں اور
تعلیمات اکابر کا حامل ہے۔ اپنے بزرگوں کی تعلیمات کو انہوں

نے اشعار کے سانچے میں نہایت خوبصورتی سے ڈھالا ہے۔ ان کی
شاعری خصوصاً نوجوانوں کے لئے نہایت مفید اور تازیانہء عبرت
ہے۔ یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ عنقریب ان کا مجموعہ کلام
شائع ہو رہا ہے۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت تک امت مسلمہ
کے لئے مشعل ہدایت اور عشق الہی کا ذریعہ اور ان کیلئے صدقہ
ہو یہ بتائے۔

حکیم محمد (حمن رحمن) لکھنؤ

تقریظ

حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث

جامعۃ العلوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

اس میں شبہ نہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کلام منظوم میں ایک تاثیر رکھی ہے جو دلوں پر اثر کرتی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ کے متعلق احادیث مبارکہ کی کتابوں میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر حبیب نبی اکرم ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے تھے تو یہ مسلمانوں کیلئے ایک عجیب جذباتی منظر تھا کہ مکہ مسلمان برسوں کے بعد اس مقام مقدس میں داخل ہو رہے تھے۔ جہاں برسوں ان کا داخلہ ممنوع تھا اور کفار قریش کی اجازت کا مرہون منت تھا۔ اس میں دو صحابہؓ بھی شامل تھے کہ مکہ مکرمہ جن کا سابق وطن تھا تو عبداللہ ابن رواحہؓ جو نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کی لگام کو تھامے ہوئے تھے یہ اشعار پڑھ رہے تھے

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ الخ

حضرت عمر فاروقؓ نے اشعار سنے تو فرمایا اے ابن رواحہؓ اللہ

تعالیٰ کے حرم میں اور نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں تم یہ
 اشعار پڑھ رہے ہو تو نبی کریم ﷺ ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ
 کہو خود اور اشعار پڑھنے دو خدا کی قسم یہ اشعار ان پر تیروں کی
 بارش سے زیادہ سخت ہیں۔ حضرت حسان ابن ثابتؓ کے اشعار نبی
 اکرم ﷺ خود سماعت فرمایا کرتے تھے اور مسجد نبوی علیٰ صاحبہا
 الصلوٰۃ والتحیۃ کے اس منبر مبارک پر ان کو اشعار پڑھنے
 کا موقع مرحمت فرمایا کرتے تھے جس پر خود نبی کریم ﷺ بنفس
 نفیس کہڑے ہو کر کتاب اللہ کی آیات اور احکام خداوندی بیان
 فرماتا کرتے تھے۔

حضرت کعب بن زہیرؓ کا مشہور قصیدہ جو قصیدہ بانث سعاد
 کے نام سے عربی اسلامی اب میں مشہور ہے جو حقیقتہً قصیدہ بردہ
 تھا واقعہً اجمالاً یوں ہے کہ کعب ابن زہیرؓ کے بھو اور ذم کے ان
 اشعار کی بنا پر جو وہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی مذمت اور
 تمسخر میں کہا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کے خون کو مبارک
 فرمایا تھا کہ جس شخص کو وہ جہاں بھی ملیں انہیں قتل کر دیا
 جائے۔ ان کے بھائی جو مسلمان تھے انہوں نے قاصد بھیج کر ان
 کو اس کی اطلاع دی اور تنبیہ کرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کی
 دعوت بھی دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی قسمت میں ہدایت لکھی
 تھی۔ مسلمان ہونے کے ارادے سے نبی اکرم ﷺ کی خدمت

میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور قصیدہ بنا کر ساتھ لائے اور ایک خاص حیلے سے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور یہ قصیدہ سنایا۔ جب اس شعر پر پہنچے

ان رسول اللہ لنور ان الرسول لسيف
يستضاء به مهند من سيوف الله مسلول

تو نبی اکرم ﷺ کے بدن مبارک پر جو چادر تھی آپ نے اپنے دست مبارک سے وہ چادر اٹھا کر کعبہ ابن زہیر کو انعام میں عنایت فرمائی۔ انسانیت اور شعر و شاعری کی تاریخ میں شاید ہی کسی شاعر کو اس سے زیادہ قیمتی انعام ملا ہو۔ وہ چادر تہرک کے طور پر حضرت کعبہ کے پاس محفوظ تھی جو بعد میں ان کی اولاد سے حضرت معاویہؓ نے چالیس ہزار دینار میں خریدی اور خلفائے بنو امیہ عید و جمعہات میں برکت کے لئے اس چادر کو خطبہ دیتے وقت اپنے بدن پر ڈالا کرتے تھے۔

اس طویل تشہید کا خلاصہ فقط یہ ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اور دین فطرت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس دین نے انسانوں کی فطری صلاحیتوں سے ان کو محروم نہیں کیا اور ان کو صلاحیتوں کے ختم کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ ان فطری خواہشوں اور صلاحیتوں کو شر سے خیر کی طرف موڑ دیا۔ زمانہ اسلام سے پہلے شعر و شاعری کی صلاحیت کفر و شرک فسق و فجور زنا و

شراب کی تعریف کیلئے استعمال ہو رہی تھی۔ اسلام نے اس
 شرابی صلاحیت کو دین کی خدمت کیلئے استعمال کرنے کی
 توجہ دی اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

ان من الشعر حکمة

یعنی بعض اشعار حکمت سے پُر ہوتے ہیں زمانہ جاہلیت کے
 تمام اسید بن الصلت کے شعر کو زبانِ نبوت نے شرف بخشا اور
 آپ کبھی کبھار پڑھا کرتے تھے۔ الا کل شی ما احلا اللہ باطل
 اور جب کوئی اس کا دوسرا مصرعہ پڑھتا کہ و کل نعیمۃ لا
 محالہ زائل تو آپ فرماتے تھے کہ لا نعیم الجنة یہ ایک تفصیلی
 موضوع ہے جسکی تفصیل ایک طویل مقالہ کا تقاضہ کرتی ہے۔

اس وقت میرے سامنے جناب شاہین اقبال اثر جو نیوری
 صاحب جو ولی کامل، حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ
 العالی کے خادم خاص ہیں کا مجموعہ کلام ”روح سلوک“ ہے۔
 اس میں ان کے پورے کلام سے استفادہ تو نہیں کر سکا البتہ
 اشعار پڑھے جو ماشاء اللہ بہت پر اثر ہیں۔ شعراء کے ایک
 خیال راسخ ہے کہ پر اثر اشعار کے لئے اور جگر کے سوز
 اور گرمی کے لئے شراب و شباب اور حسن و ادا کی ضرورت
 ہے اور البتہ ان چیزوں کے اشعار میں سوز و گداز اور گرمی تاثیر
 دیتی ہے لیکن شعراء اسلام کی تاریخ اور ان کا کلام

اس پر گواہ ہے کہ اللہ و رسول اور دین کی محبت کی سوز و گداز اور گرمی و تاثیر ان چیزوں کی تاثیر سے بہت زیادہ اور حقیقی ہے۔ محترم جناب شاہین اقبال اثر کا کلام اس دعوے کا زندہ ثبوت ہے۔ بندہ کو سرسری نظر میں ان کے جن اشعار نے متاثر کیا انہیں مٹتے از نمونہ خر وارے آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

ہم ان سے مل کر اک ایسی خوشی محسوس کرتے ہیں
 کہ اس دنیا میں خود کو جنتی محسوس کرتے ہیں
 یقیناً ان کا دل بھی کچھ نہ کچھ اللہ والا ہے
 جو اہل اللہ سے مل کر خوشی محسوس کرتے ہیں
 نبی ﷺ سے عشق کا دھنسی سر آنکھوں پر مگر اے دوست
 محبت کیا عمل کی قید سے آزاد ہوتی ہے
 ہم ایسے خود غرض عشاق ہیں جو اپنے آقا ﷺ کی
 اطاعت بھول جاتے ہیں شفاعت یاد ہوتی ہے
 اب ایک ہی منزل ہے مری منزل طیبہ
 یا دوسری صورت میں رہ ملک عدم ہے
 کس رخ سے کروں مصحف انوار کی توصیف
 مدح شہ ابرار ﷺ کا ہر باب اہم ہے

اے منزلی جنت کا پتہ پوچھنے والے
اے جہل مرے سرکار ﷺ کا کیوں نقش قدم ہے

نہیں ہے دوسرا نقش سوائے گنبد خضریٰ
درونِ خاندہ دل ایک ہی تصویر ملتی ہے

خواہشِ نفس ہے وہ شے جس کا
خون کرنا حلال ہوتا ہے

منڈلا رہے ہیں گردِ حرم کفر کے امیر
لیٹ بری لئے ہوئے خنزیر کی طرح

موجودہ وقت میں خلیج میں اسرائیلی اور یہودی افواج کی

حضور کی کے پس منظر میں یہ مذکورہ بالا شعر بہت پر تاثیر اور

عزت پسندانہ ہے۔ اس قسم کے مزید جواہر پاروں سے کتاب

میں ملے گی۔ مطالعہ کرنے سے میرے اس تاثر کی صداقت معلوم

ہو گی۔ جندہ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم جناب

اعمال اثر صاحب کے کلام میں مزید اثر پیدا فرمادے اور اس

کلام سے اور جہاد کو ان کی دنیا اور آخرت کی کامیابی کا ذریعہ

بنے۔ آمین (آمین)

مفتی نظام الدین شامزئی

۱۴۲۱/۲/۲۸ھ

تقریظ

جناب نثار احمد خان فتنی صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمت اللہ علیہ

شاہین اقبال اثر جوپوری ایک صالح اور متدین نوجوان ہیں اور حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم سے شرف اراات رکھتے ہیں۔ یہ کتاب بنام ”روح سلوک“ ان ہی کی لکھی ہوئی حمد، نعتوں اور پند و موعظت کا مجموعہ ہے۔ مسودہ دیکھنے سے محسوس ہوا کہ جس طرح حضرت مولانا اشرف علی صاحب قلاویؒ کی تعلیمات پر مبنی ملفوظات کو حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب نے اشعار کے سانچے میں ڈھالا ہے اسی طرح شاہین اقبال اثر نے بھی اپنے شیخ کی منظوم ترجمانی کی ہے۔

طریقت کی اصطلاح میں سلوک الی اللہ، اللہ تعالیٰ تک رسائی یعنی قرب اور رضا حاصل کرنے کے راستے کو کہتے ہیں۔ یہ نعمت دو طرح سے حاصل ہوتی ہے۔ ایک تو شریعت مقدسہ کے ظاہری اعمال مثلاً نماز، روزہ، تلاوت قرآن اور جملہ احکام قرآن پر عمل کرنے سے اور دوسرے تقویٰ یعنی شریعت کے باطنی اعمال مثلاً منکرات سے کٹے، اجتنب، خلوص نیت، اللہ سے محبت، دین کی غیرت، صدق مقال، کسب حلال اور نفس کے تمام رذائل مثلاً تکبر، حسد، غفل، ریا وغیرہ کو اخلاق حسنہ سے بدلنے سے ہے۔ اس دوسرے طریقے کو تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب بھی کہتے

ہیں۔ اسی کام کے لئے صوفیاء حضرات اور مشائخ عظام نے خاتماں بنوائیں اور بیعت کا سلسلہ جاری کیا تا کہ انسان شریعت کے ظاہری اور باطنی دونوں احکام پر عمل پیرا ہو کر نسبت احسان حاصل کرے جسکا ذکر حدیث جبرائیل میں مذکور ہے۔

سلوک کا راستہ بڑا کٹھن راستہ ہے ہر ایسی نفس کی خواہش پر جو اللہ اور اس کے رسول کی مرضی اور تعلیم کے خلاف ہو پر چھری چلانی پڑتی ہے۔ مگر جس کی طلب سچی ہو اسکی غیب سے مدد ہوتی ہے۔ اور اللہ اپنے اولیاء کے ذریعے طالب صادق کو منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ اس راستے میں انسان کا اپنا نفس اس کا اپنا ماحول اور شیطان لغین یہ تین زبردست رکاوٹیں پیش آتی ہیں جو طالب کو اللہ کی طرف جانے سے روکتی ہیں۔ انہیں رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے کسی ایسے شیخ سے بیعت کی جاتی ہے جو اس راستے کے گرم اور سرد کو چکھ چکا ہو اور ان رکاوٹوں کو دور کر کے قرب خدا کے سائے میں پہنچ کر نسبت احسان سے مشرف ہو چکا ہو۔

شاہین اثر صاحب نے اپنے اشعار میں بڑی خوبی کے ساتھ راہ سلوک کے ایسے ہی نشیب و فراز سے آگاہ کیا ہے۔ کچھ اشعار دیکھئے۔

باغِ رہ سلوک میں ممکن نہیں اثر
حاصل فنا کا پھول ہو خارِ انا کے ساتھ
بگڑے نہ آخرت کی کوئی بات بھی کہیں
دنیا کے بے ثبات سے ایسے گزر چلو

وہیں ابلیس رکھ دیتا ہے بم لطف معاصی کا
 جہاں تعمیر تقویٰ کی عمارت ہونے لگتی ہے
 خالق قلب بھلا قلب میں آئے کیسے
 ہم نے جب قلب میں غیروں کو بسا رکھا ہے

راہِ سلوک میں اپنے شیخ سے قلبی مناسبت اور طبعی محبت و
 عقیدت ایک لازمی امر ہے جسکی انتہا کو فنا فی الشیخ کہتے ہیں۔ اسی
 فنا سے پھر فنا فی الرسول اور پھر فنا فی اللہ کی نعمتیں حاصل ہوتی
 ہیں۔ اپنے شیخ کو تمام ہم عصر مشائخ سے اپنے حق میں بہتر خیال
 کرنا بھی وصول کی ایک شرط ہے جسکو صوفیاء کی اصطلاح میں
 توحیدِ مطلب کہا جاتا ہے۔ اثر صاحب اس منزل کی طرف بھی
 رواں دواں ہیں، کہتے ہیں۔

صحبت میں فہم دین میں تقویٰ میں علم میں
 لائے تو کوئی پیر مرے پیر کی طرح

بہت سے پھول ہیں لیکن کنول نہیں کوئی
 کہ میرے شیخ کا نعم البدل نہیں کوئی

نعت گوئی کوئی آسان کام نہیں، تلوار کی دھار پر چلنا پڑتا
 ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کی شان میں افراط و تفریط دونوں
 خطرناک ہیں اور یوں بھی حضور ﷺ کے فضائل اور محاسن و
 کمالات کو کما حقہ بیان کرنا تو فرشتوں کے بس کی بات
 نہیں۔ مولانا شبلی نعمانیؒ نے اپنی کتاب سیرۃ النبیؐ میں اس حقیقت کا

اظہار کتنے اچھے الفاظ میں کیا ہے۔

فرشتوں میں یہ چرچا تھا کہ حالِ سرور عالم ﷺ
دبیر چرخ لکھتا یا تو خود روح الامین لکھتے
نہا یہ بارگاہِ عالمِ قدوس سے آئی
کہ یہ کچھ اور ہی شے ہے اگر لکھتے ہمیں لکھتے

اس کتاب میں شاہین اثر صاحب نے اپنی نعتوں میں اس
حقیقت کو زیادہ آشکارا کیا ہے کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے
عشق کا مطلب ان کی اتباع اور پیروی ہے۔ دعویٰ بلا دلیل دنیا اور
آخرت کہیں بھی مقبول نہیں دعویٰ عشق ﷺ رسول کی دلیل
صرف اور صرف اتباع اور انکی نئی خلائی ہے کچھ شعر دیکھئے۔

نبی سے عشق کا دعویٰ سر آنکھوں پر مگر اے دوست
محبت کیا عمل کی قید سے آزاد ہوتی ہے
ہم ایسے خود غرض عشاق ہیں جو اپنے آقا ﷺ کی
اطاعت بھول جاتے ہیں شفاعت یاد ہوتی ہے
سرکار ﷺ کی مدحت تو کیا کرتے ہو لیکن
سرکار ﷺ کی سنت پہ چلا کیوں نہیں کرتے
جب آسمان مدح سرائے رسول ﷺ ہے
پھر کہکشاں تو آپ کے پیروں کی دھول ہے

مقدمہ

جناب خالد اقبال تائب صاحب دامت برکاتہم

خليفة مجاز بیعت

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

اثر کا مجموعہ کلام ”روح سلوک“ دل کی آواز ہے جو ایک صاحب دل کی صحبت کے اثر سے دل پذیر بھی ہے اور دلنواز بھی۔ یہ حقیقت ہے کہ اچھی شاعری سہ جہتی مکالمہ ہوتی ہے۔ مکالمہ اپنے خالق سے اپنی ذات سے اور اس کائنات سے۔ مگر یہاں ایک جہت اضافی ہے اور وہ ہے اپنے مصلح و مرشد کے احسانات و عنایات کا ذکر اور احباب و متعلقین کو ان سے مستفید ہونے کی ترغیب۔ یوں اثر کی شاعری مذکورہ مثلث کی بجائے ایک مربع کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔ کبھی وہ خالق کائنات کی صفائی کا ذکر کرتے ہوئے یوں مچھوٹا ہے۔

گلشنِ دہر کی صنعت کا کوئی پہلو ہو
خیری تعریف کا پہلو نظر آتا ہے مجھے
تو کہیں دوری حق کے سلسلے میں خود سے اس طرح شاکی ہے:

ہم اس سے دور ہو گئے کتنا عجیب ہے
شہ رگ سے بھی جو ذات زیادہ۔ قریب ہے

اور کسی مقام پر وہ اپنے رب کی حضور دعا گو ہے:

الہی چلچلاتی دھوپ ہے غفلت کی اور ہم ہیں
تو اپنی یاد کا سر پر ہمارے سائباں کر دے
الغرض وہ جہاں جو کہتا ہے موقع و مناسبت کے اعتبار سے
خوب کہتا ہے۔

حمد کے بعد آثر نے بجا طور پر صنفِ نعت کو بھی امت کی عملی
زندگی میں انقلاب لانے کے لئے ایک موثر ذریعہ کے طور پر
استعمال کیا ہے جو وقت کی اہم ضرورت ہے مثلاً

بہت سننے کو سیرت پر ہمیں تقریر ملتی ہے
اطاعت کی مگر پیروں میں کم زنجیر ملتی ہے

پہلے عمل میں ان کی اثر پیروی کرو
پھر اس کے بعد دعویٰ عشق نبی کرو

نبی سے عشق کا دعویٰ سر آنکھوں پر مگر اے دوست
محبت کیا عمل کی قید سے آزاد ہوتی ہے

ہم ایسے خود غرض عشاق ہیں جو اپنے آقا کی
اطاعت بھول جاتے ہیں شفاعت یاد ہوتی ہے

جہاد کے موضوع پر بھی اس کا قلم کسی سے چھپے نہیں

ربا بلکہ اکثر دینی حلقوں میں وہ اس حوالے سے اپنی مخصوص شناخت رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ یوں اظہارِ افسوس کرتا ہے:

خدا کا حکم مسلمان ہو کے توڑ دیا
جہاد جیسے فریضہ کو ہم نے چھوڑ دیا

کس نے کہا کہ عابد و زاہد نہیں ہے تو
افسوس تو یہ ہے کہ مجاہد نہیں ہے تو

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ اثر کی شاعری میں ایک جہت اضافی ہے اور وہ ہے اپنے شیخ و مصلح سے والہانہ تعلق اور ان کے احسانات کا ذکر نیز مخلوقِ خدا کو ان سے اکتسابِ فیض کی دعوت کا جذبہ تو یہاں بھی اس کی شعر گوئی کا سلیقہ اظہار سے ابلاغ تک اپنے اندر ایک شان و ربابائی لئے ہوئے ہے۔ اس حوالے سے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

کسی کی سمت نہ دیکھا ترے حصول کے بعد
یہی دلیل مرے حسنِ انتخاب کی ہے

ضعیفِ میکدہ سے وہ ملے پیرِ مفاں بکر
مقابل ہو اگر نو عمر تو نو خیز ہے ساقی

اُس ایک پھول کی خوشبو بسی جہان میں ہے
جو پھولپور سے گلشن میں گلستان میں ہے

آثر کو گلستانِ دہر میں پھڑ پوچھتا بھی کون
اگر اس خار کو گلشن سے کچھ نسبت نہیں ہوتی

افراد و معاشرہ کی اصلاح جو اثر کی شاعری کا اصل موضوع
ہے اس میں وہ اس حد تک کامیاب ہے کہ رشک کیا جائے۔
۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ
چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

زندگی کا لطف سچ پوچھو تو بس سنت میں ہے
ایسا لگتا ہے کہ جیسے آدمی جنت میں ہے
آثر جب مہرباں انسان پہ قسمت ہونے لگتی ہے
کسی اللہ والے سے محبت ہونے لگتی ہے
غص بھر پہ نفس نے جب آہ آہ کی
فوراً صدائے روح اٹھی واہ واہ کی
اصل آنکھیں تو کھلیں گی قبر میں جانے کے بعد
کیون اصلی دیدہ ور ہے یہ ابھی مت پوچھئے
رابطہ کم ہو گا جتنا عالم فانی کے ساتھ
روح نکلے گی اثر اتنی ہی آسانی کے ساتھ

اس مجموعہ کلام میں اس طرح کے بیسیوں اشعار دورانِ
مطالعہ ہمارے دامنِ دل کو اپنی جانب کھینچتے ہوئے محسوس ہونگے۔

تو آئیے..... ”روح سلوک“ سے اپنے جسم خاکی و
 عارضی کو منزلی حق سے ہمکنار کرنے کا سلیقہ سیکھنے کی نیت سے
 ورق الٹتے ہیں اس دعا کے ساتھ کہ حق تعالیٰ اس مجموعہ کلام کو
 شرف قبولیت عطا فرمائیں اور اسے شاعر، اسکے شیخ و مربی،
 والدین، دوست احباب، جملہ معاونین، عام مومنین و مومنات
 اور اس سہ کار ”خالد اقبال تائب“ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔
 آمین

پیش لفظ

زیر نظر کتاب کو ناچیز کا پہلا مجموعہ کلام بھی کہہ سکتے ہیں اور دوسرا بھی کیونکہ پہلے مجموعہ کی طباعت و اشاعت میں بوجہ غفلت وہ معیار قائم نہیں رکھا جاسکا تھا جس سے کہ وہ اہل ذوق کی توجہ حاصل کر سکتا۔ لہذا اب تقریباً پانچ سال کے عرصے کے بعد اکثر نئے اور بعض شائع شدہ منتخبات حضرت اقدس دامت فیوضہم کے ارشادات، احباب کی فرمائش اور اپنے قلبی داعیہ سے متاثر ہو کر نذر قارئین کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

مجموعہ کلام کا نام میرے شیخ و مربی حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی کی تجویز و ارشاد پر ”روح سلوک“ رکھا گیا ہے۔

ناچیز کی کاوش خن اللہ تعالیٰ شانہ کے کرم اور عارف باللہ حضرت اقدس حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت فیوضہم کے فیض کے سوا کچھ نہیں۔ ادھر حضرت اقدس کے ملفوظات کانوں میں رس گھولتے ہیں ادھر حضرت والا کی صحبت، معیت اور کیفیت کی برکت سے طبیعت خود بخود اشعار کے لئے

موزوں ہو جاتی ہے۔ یوں ”نقل ارشادات مرشدی کلم“ کے مصداق ناچیز حضرت اقدس کے ملفوظات کو بآسانی نظم کا جامہ پہنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہ حضرت والا دامت برکاتہم العالیہ کی عمر میں خوب برکت عطا فرمائے اور صحت و عافیت اور دین کے عظیم کاموں کے ساتھ ایک ایسی طویل حیات عطا فرمائے جو فی زمانہ ایک کرامت ہو اور ہمیں حضرت اقدس کی خوب قدر کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے سلسلے میں میرے جملہ معاونین کو دنیا اور آخرت میں بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کلام کی ٹوٹی پھوٹی کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے اور امت کے لئے نافع اور ناچیز کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

آمین

بندہ شاہین اقبال اثر

تحذیث بالنعمة

فلک سے نت نئے مضمون عطا فرمائے جاتے ہیں
میں خود لکھتا نہیں اشعار تو لکھوائے جاتے ہیں

گلستانِ سخن سرسبز اور شاداب ہوتا ہے
مضامینِ غیب سے کچھ اس طرح برسائے جاتے ہیں

ملا کرتا ہے دستِ غیب سے افکار کا توشہ
فقط الفاظ کا جامہ اثر پہنائے جاتے ہیں

کسی کا عشقِ پنهانی ہمیں مجبور کرتا ہے
اثر یونہی نہیں زلفِ سخن بکھرائے جاتے ہیں

سمجھنے سے ہے جس کے نہم عاجز عقل بھی ہے حیراں
وہ اسرارِ محبتِ قلب کو سمجھائے جاتے ہیں

جہانِ غیب سے سجتا ہے جب اشعار کا گلشن
تو انی خود بخود صحنِ سخن میں آئے جاتے ہیں

وہاں سے ملتی ہے تخیلِ نو کی آسانی بھیک
یہاں جب دامنِ شعر و سخن پھیلانے جاتے ہیں

ہماری شاعری کی لاج رکھتا ہے ہمارا رب
کہ ہم شاوِ سخن کے مقتدی کہلائے جاتے ہیں

کسی کے سوزِ پنہاں نے لگائی دل میں ایسی آگ
کہ جس سے بزمِ عالم کو آثرِ گرمائے جاتے ہیں

www.kobzar.org

حمل

باری تعالیٰ شفاء

گلشنِ دہر کی صنعت کا کوئی پہلو ہو
تیری تعریف کا پہلو نظر آتا ہے مجھے

حمد

جو جسم و جاں کے ساتھ ہے شہ رگ کے پاس ہے
سوچو تو اس کی ذات بعید از قیاس ہے

دل کی نظر سے خالق دل پر نظر کریں
اہل نظر سے میری یہی التماس ہے

ہر چیز سے عیاں ہے وہ ہر چیز میں نہاں
بتوں میں اس کا رنگ ہے پھولوں میں باس ہے

دیتی ہے عقل ہفت حجابات کی خبر
اور عشق کا ہے دعویٰ کہ تو بے لباس ہے

اس عالم سراب میں سیراب ہے وہی
جو تجھ کو ڈھونڈتا ہے جسے تیری پیاس ہے

فقدان ہے خدا کی خشیت کا اصل میں
ماحول میں جو آج یہ خوف و ہراس ہے

تُو ہی تو میرا اول و آخر ہے کارساز
تُو آخری امید تُو ہی پہلی آس ہے

حمد

جلوہ تیرا ہی بہر سو نظر آتا ہے مجھے
 دیکھوں جس سمت تو ہی تو نظر آتا ہے مجھے
 پھول پتوں میں تری ذات مقدس ہے نہاں
 عطر میں خالق خوشبو نظر آتا ہے مجھے
 گلشنِ دہر کی صنعت کا کوئی پہلو ہو
 تیری تعریف کا پہلو نظر آتا ہے مجھے
 ڈھونڈتا ہوں تجھے کجائی ہوئی آنکھوں میں
 دشت میں جب کوئی آہو نظر آتا ہے مجھے
 اک ترے رحم کا مجھ کو ہے سہارا یا رب
 ورنہ یہ نفس تو بالسو نظر آتا ہے مجھے
 ہم انگیز ہیں اشعارِ ثنا کے ایسے
 ایک اک شعر میں جادو نظر آتا ہے مجھے



حمد

ترا کیا ہے تو ہم ذروں کو پھر سے کہکشاں کر دے
تو چاہے تو ابھی پل میں زمیں کو آسماں کر دے

الہی چلچلاتی دھوپ ہے غفلت کی اور ہم ہیں
تو اپنی یاد کا سر پر ہمارے سائباں کر دے

تری ہی ذات میری زیست کا مقصود بن جائے
خیال غیر کو احساس پر کوہ گراں کر دے

مرے ظاہر کو جیسے حسن سنت سے نوازا ہے
مرے باطن میں بھی پیدا وہ ساری خوبیاں کر دے

شقاوت سے مرا دل ہو گیا مانند پتھر کے
تو اس پتھر سے یارب اشک کا دریا رواں کر دے

فیضِ اک - ذاتِ باقی کو نگاہوں کا بنا مرکز
اثر اس کے علاوہ بند ساری کھڑکیاں کر دے



حمد

یکتا ہے ذاتِ ایزدی اپنی صفات میں
 اس کا شریک کوئی نہیں کائنات میں
 آئے نہ اس کی بات تو بے بات کی ہے بات
 کرتا ہوں اس کی بات جیسی بات بات میں
 حلم و کرم سے جرم و خطا پر مہر نہ ہو
 قرآن نے بتایا ترا رب ہے گھات میں
 عنبر شامہ مشک ہو خس ہو یا عود ہو
 خوشبو اسی کی پاتا ہوں میں عطریات میں
 اک خالق حیات پہ مرنا جو سیکھ لے
 لاکھوں حیات پائے گا اپنی حیات میں
 تفریق رنگ و نسل برائے شناخت ہے
 اور ہم الجھ گئے ہیں اثر ذاتِ پات میں



مناجات

کوئی مجھ سے پوچھے میں کیا مانگتا ہوں
میں اپنے خدا سے خدا مانگتا ہوں

وہ ہو جائے میرا میں ہو جاؤں اس کا
یہی رات دن میں دعا مانگتا ہوں

عطا کر دے وہ مجھ کو اپنی محبت
نہیں کچھ میں اس کے سوا مانگتا ہوں

ہے ناراضگی جس کی دوزخ سے بڑھ کر
اسی ذات کی بس رضا مانگتا ہوں

طلبِ خلد کی درجہ ثانوی ہے
میں اولِ رضائے خدا مانگتا ہوں

آئیں میرے اعمال تو کچھ نہیں ہیں
میں بخششِ بروی جزا مانگتا ہوں



حمد

چھا گیا رنگِ خن پر جب تری مدحت کا پھول
 بس اسی دن سے مہک اٹھا مری قسمت کا پھول
 خارِ ذلت سے جو گزرے رب العزت کے لئے
 رب العزت کیوں نہ بخشے پھر اسے عزت کا پھول
 گر گیا ہے اب نگاہوں سے مری ہر ماسوا
 باغِ دل میں مسکراتا ہے تری عظمت کا پھول
 خارِ عصیاں سے ہوا ہے دامنِ دل تار تار
 چارہ گر اس زخم کا مرہم تری نسبت کا پھول
 اے مسلمان خالقِ گلشن کے در پر سر جھکا
 شاخِ نخلِ دہر پہ کھل جائے گا رفعت کا پھول
 عقلِ حیراں رہ گئی ہے دیکھ کر انکا کرم
 اک طرف عصیاں کے کانٹے اک طرف رحمت کا پھول
 خالقِ گلشن کی خوشبو بس گئی ایسی اثر
 اب کسی صورت نہیں بھاتا کسی صورت کا پھول

حمد

کھلا سائنس پر بھی آخرش یہ انتظام اُس کا
 کہ ہر انسان کے دل پر لکھا ہوتا ہے نام اس کا
 نہ اُس کی ابتدا کوئی نہ اس کی انتہا کوئی
 ازل اُسکا ابد اُسکا بقا اُسکی دوام اس کا
 وہ سلطان ہے مگر مخلوق کو مسکن کب بناتا ہے
 کہ ہوتا ہے دیارِ قلبِ مومن میں قیام اس کا
 مری نالافتی بے حد کریمی اس کی بے پایاں
 خطا کرنا مری عادت عطا کرنا ہے کام اس کا
 زہے قسمت کہ حاصل ہو خدا کی معرفت جسکو
 اثر پھر تو نماز اُسکی سجود اسکے قیام اس کا



حمد

بزم ہستی مری کیا ہے مجھے معلوم نہ تھا
 میرے اندر تو چھپا ہے مجھے معلوم نہ تھا
 اپنے مشاق زیارت سے حجاب آخر کیوں
 یہ محبت کی ادا ہے مجھے معلوم نہ تھا
 میں اسے ڈھونڈتا پھرتا تھا تمام عالم میں
 خانہء دل میں خدا ہے مجھے معلوم نہ تھا
 عارضی حسن کے آغاز نے دل موہ لیا
 اس کا انجام فنا ہے مجھے معلوم نہ تھا
 کھوکھلا کر دیا جس نے کہ مجھے اندر سے
 میری قاتل تو انا ہے مجھے معلوم نہ تھا
 خانہء دل میں ہوئی خوشبوئے جاناں محسوس
 بیول صحرا میں کھلا ہے مجھے معلوم نہ تھا
 جس بیت کافر مطلق کو میں سمجھا سورج
 وہ اثر بجھتا دیا ہے مجھے معلوم نہ تھا

حمد

نشہء عشق کو زائل نہیں ہونے دیتا
 حسن اغیار پہ مائل نہیں ہونے دیتا
 بردہء عقل کو حائل نہیں ہونے دیتا
 عشق محتاج دلائل نہیں ہونے دیتا

دعویٰ کرتا ہے وہ کیا عشق میں جان بازی کا
 دل کو زخموں سے جو گھائل نہیں ہونے دیتا

آنکھ کہتی ہے نظر کیوں نہیں آتا محبوب
 دل مگر عقل کا قائل نہیں ہونے دیتا

اہل ایقان کو مشغولیٰ قرآن و حدیث
 محو اخبار و رسائل نہیں ہونے دیتا

غیرتِ بندگی حق کا کرشمہ ہے اثر
 جو کسی غیر کا سائل نہیں ہونے دیتا



حمد

ہم اُس سے دور ہو گئے کتنا عجیب ہے
 شہ رگ سے بھی جو ذات زیادہ قریب ہے
 ناراض ہو وہ جس سے وہ سب سے بڑا شقی
 جو اسکو خوش کرے وہ بڑا خوش نصیب ہے
 جو اسکو یاد رکھے وہی دوست ہے مرا
 جو اسکو بھول جائے وہ میرا رقیب ہے
 تو دل میں ہو تو خار بیاباں بھی پھول
 تیرے بغیر گلشن عالم مہیب ہے
 تیری رضا بغیر زباں تک نہ مل سکے
 ثابت ہوا کہ تیرا کرم ہی خطیب ہے
 مقبولیت میں شک نہیں رہتا دعا کے بعد
 پیش نظر جو آپ کا اسم مجیب ہے



حمد

وجدان کی لے پر ترا پیغام سنا ہے
 دیکھا تو نہیں تجھ کو ترا نام سنا ہے
 ہے صدق نجات اور اثر کذب ہلاکت
 اک عظیم صادق ﷺ سے یہ پیغام سنا ہے
 سو قتل کے مجرم کو بھی دیتا ہے معافی
 رحمت ہے ہر اک شے پہ تری عام سنا ہے
 تُو جس کا ہوا اس کا دو عالم میں بنا کام
 چرچہ یہ دو عالم میں ترا عام سنا ہے
 کیا ہوگا ترے لذت دیدار کا عالم
 دیوانوں نے اب تک تو ترا نام سنا ہے
 پائے ہیں بلندی جو میرے دل نے یقیں کی
 حجبے میں گرا ہے بسترِ اوہام سنا ہے
 جب جوش میں آتی ہے تری شانِ کریمی
 دیتا ہے خطاؤں پہ بھی انعام سنا ہے

انسان ہی غافل ہے ترے ذکر سے یارب
 لگتی ہے ہر ایک چیز ترا نام سنا ہے
 اک آس پہ زندہ ہے مرا قلب شکستہ
 مسکن ہے ترا ہر دلی ناکام سنا ہے
 عشاق زیارت کو اثر جلوہ دکھانے
 شب کو وہ آتے ہیں سربام سنا ہے



جو عدائے پاک کوئی سہل تو نہیں
 اتنے عظیم کام کا میں اہل تو نہیں

نذرانہء عقیدت

در بار گاہِ نبوت ﷺ

نبی ﷺ سے عشق کا دعویٰ سر آنکھوں پر مگر اے دوست
 محبت کیا عمل کی قید سے آزاد ہوتی ہے
 میں جب اشعار کہنے بیٹھتا ہوں مدحِ آقا ﷺ کے
 تو میری شاعری کی غیب سے امداد ہوتی ہے

نعت

نبی ﷺ کی یاد ہی سے روح مومن شاد ہوتی ہے
نبی ﷺ کے ذکر ہی سے بزمِ دل آباد ہوتی ہے

نبی ﷺ سے عشق کا دعویٰ سر آنکھوں پر مگر اے دوست
محبت کیا عمل کی قید سے آزاد ہوتی ہے

ہم ایسے خود غرض عشاق ہیں جو اپنے آقا ﷺ کی
اطاعت بھول جاتے ہیں شفاعت یاد ہوتی ہے

عموماً مسخ ہو جاتی ہے عقل و فہم انسانی
جب اندھی پیروی، آباء و اجداد ہوتی ہے

وہیں تعمیر ہوتے ہیں عماراتِ عمل اے دوست
جہاں عشق نبی ﷺ ایمان کی بنیاد ہوتی ہے

جسے ہم اصطلاحِ شاعری میں نعت کہتے ہیں
حقیقت میں دلیا بیتاب کی مروداد ہوتی ہے

میں جب اشعار کہنے بیٹھتا ہوں مدحِ آقا ﷺ کے
تو میری شاعری کی غیب سے امداد ہوتی ہے

نعت

اُس پہ نظارہ ہے لازم روضہ سرکار ﷺ کا
 شوق ہے دنیا میں جس کو خلد کے دیدار کا
 راستہ کوئی تو ہو وصلِ شہِ ابرار ﷺ کا
 دیر کا ہو دور کا ہو دیر کا یا دار کا
 باعثِ صد فخر ہے آقا ﷺ گدائی آپ کی
 غیرتِ سلطان ہے سائل آپ کے دربار کا
 چارہ گر کو آخرش تسلیم کرتے ہی بنی
 ہے علاجِ اذنِ حضوری ہجر کے بیمار کا
 قابلِ صد رتبہ ہے صدقِ اکبرؑ کی پسند
 دیکھ لینا اک نظر چہرہ مرے سرکار ﷺ کا
 آؤ کچھ طائف کی گلیوں میں بھی دے لیں حاضری
 ذکرِ جب چھڑ ہی گیا ہے مصر کے بازار کا
 مجھ میں کب ہے جراتِ دعویٰ الفت اے اثر
 میں تو عاشق ہوں غلامانِ شہِ ابرار ﷺ کا

نعت

مرا دیکھا تو ہم اُن کا فرمایا یقینی ہے
مسلم جگ پہ اک اُمّی لقب کی دور بینی ہے

تھے عہد تیرگی کے دشمنانِ دین بھی قائل
مثالِ روزِ روشن میرے آقا ﷺ کی ایسی ہے

فقط ایمان والوں تک نہیں محدود ہے رحمت
تمام عالم کے حق میں رحمت اللعالمین ہے

بھٹک سکتے نہیں ہیں بیروکارِ ہادیِ عالم ﷺ
بفہیضِ راہِ سنت منزلِ جنت یقینی ہے

ملی غارِ حرا سے روشنی سارے زمانے کو
ہزاروں جلو توں سے بڑھ کے اک خلوت نشینی ہے

دوائے دردِ دل بھی اب کوئی ایجاد ہو جائے
بجا ارشادِ فرمایا کہ یہ عہدِ مشینی ہے

ہمارے دین کی بنیادِ آمتا و صدقنا
وہ کیا جانیں کہ جن کا مشغلہ ہی نکتہ چینی ہے

آثرِ جذبات میں بہنا ہے گویا شوق کی تکمیل
جو شے مطلوب ہے وہ درحقیقت فہمِ دینی ہے

نعت

جو فخر میں نازِ فلک رشکِ آرام ہے
 وہ خطۂ آرام گہ شاہِ امم صلی اللہ علیہ وسلم ہے
 اب نعت ہے یا ہجر کی رودادِ الم ہے
 جو حالِ دلِ فرقتِ آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہے رقم ہے
 پھر دشتِ تصور میں کھلا بابِ حرم ہے
 پھر مدحتِ سرکارِ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامانِ بہم ہے
 اب ایک ہی منزل ہے مری منزلِ طیبہ
 یا دوسری صورت میں رو ملکِ عدم ہے
 کس رخ سے کروں مصحفِ انوار کی توصیف
 مدحِ شاہِ ابرارِ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر بابِ اہم ہے
 اے منزلِ جنت کا پتہ پوچھنے والے
 او جھل مرے سرکار کا کیوں نقشِ قدم ہے



نعت

ذرا بھی شک جسے ختم الرسل کی بات میں ہے
 شقی وہ سب سے بڑا ساری کائنات میں ہے
 اسی لئے تو مجھے شک نہیں نجات میں ہے
 حضور ﷺ آپ کا وامن جو میرے ہاتھ میں ہے
 براجمان ہوں مدح نبی ﷺ کی مسند پر
 جیسی تو اتنی بلندی تخیلات میں ہے
 ہے یوں تو سب کی زمانے میں اپنی اپنی بات
 مگر وہ بات جو ختم الرسل کی بات میں ہے
 سوال یہ ہے کہ ہم کیوں نہیں ہیں محور پر
 یہ کیا جواب زمانہ تغیرات میں ہے
 نقوشِ عالم رنگیں اثر کو کیا بھاتے
 نگار گنبدِ خضریٰ تصورات میں ہے



نعت

گر نہ ہوتے آپ ﷺ تو ہوتے کہاں شمس و قمر
آپ ﷺ کے ممنون ہیں شاہِ زماں شمس و قمر

ماہِ طیبہ تو فروزاں ہی رہے گا تا ابد
اور ہو جائیں گے بے نام و نشان شمس و قمر

کوئی نسبت ہی نہیں رکھتے حقیقت اور حجاز
ہے کہاں نورِ رخ آقا ﷺ کہاں شمس و قمر

آسمانِ دل پہ روشن جب سے ہے ماہِ عرب
ہیں مرے احساس پر کوہِ گراں شمس و قمر

یہ حقیقت ہے شبِ والا ﷺ ہیں وجہِ روشنی
لاکھ ہوں اپنی نظر میں خوش گماں شمس و قمر

مہرِ بظلمہ مہرباں ہے پھر بھلا کیا اس کا غم
مہرباں ہوں یا اثرِ نا مہرباں شمس و قمر



نعت

اہل دنیا کو مبارک گلشنِ دنیا کے پھول
دامنِ عشاق میں ہیں مدحتِ آقا ﷺ کے پھول

رشتہ گلشن کو بھلا کیا احتیاج رنگ و بو
خود معطر ہو گئے باغِ نبی ﷺ میں آ کے پھول

ایسا عاشق جھانک لے اپنے گریباں میں ذرا
جس کے دامن میں نہیں ہیں سنتِ آقا ﷺ کے پھول

حسنِ کردار و عمل سے جن لئے اصحاب نے
دہر سے سرکارِ ﷺ کی رخصت ہوئے بکھرا کے پھول

دامنِ شعر و سخن یکسر معطر ہو گیا
فکر نے جب بھی چنے مدحِ شہِ والا ﷺ کے پھول

ذکر کیا نورِ ازل رشتہ کنول کا چھڑ گیا
منہ چھپاتے پھر رہے ہیں باغ میں شرما کے پھول

موشبوعے حسنِ عمل ہی جب نہیں باقی تو پھر
مشق کے دعوے ہیں ایسے جس طرح مر جھا کے پھول

یوں غلامانِ شہِ دیں ﷺ آج بھی دنیا میں ہیں
اے اثر کھلتے ہیں جیسے درمیاں دریا کے پھول

نعت

بے خودی کیسی ان اصحاب پہ چھائی ہوگی
جن کو سرکار ﷺ نے نظروں سے پلائی ہوگی

جمع کرتا ہوں میں نعتوں کا خزانہ یارو
اس سے بڑھ کر بھی بھلا کوئی کمائی ہوگی

روح بیتاب ہے سرکار ﷺ سے ملنے کے لئے
جانے کب قیدِ مسلسل سے رہائی ہوگی

رشک اس پر تو سلاطین بھی کرتے ہوں گے
جس کی تقدیر میں آقا ﷺ کی گدائی ہوگی

اس سے بڑھ کر بھی کوئی دہر میں مفلس ہوگا
دولتِ عشقِ نبی ﷺ جس نے نہ پائی ہوگی

کعبہء دل میں کوئی جھانک کے دیکھے تو اثر
سبز گنبد ہی کی تصویر سمائی ہوگی



نعت

روزِ فکر سے گزری جو ثناء کی خوشبو
نعت میں ڈھلنے لگی صلے علی کی خوشبو

ہاتھ اٹھائے شہِ والا ﷺ کا وسیلہ دے کر
اڑ گئی تا بہ فلک حرفِ دعا کی خوشبو

گلشنِ دہر بھی محبوب اسے رکھتا ہے
جس کو محبوب ہو محبوبِ خدا کی خوشبو

میرے آقا ﷺ ہی نے ہونٹوں کو اکم بخشا
میرے آقا ﷺ ہی نے لفظوں کو عطا کی خوشبو

جس کے افعال میں شامل ہو مہک سنت کی
اس کے کردار سے آتی ہے بلا کی خوشبو

مجھ کو محبوب ہے آقا ﷺ کے پسینے کی مہک
اہلِ دنیا کو مبارک ہو حنا کی خوشبو

زندگی رشک کرے روح کو معراج ملے
میں اثر پاؤں جو طیبہ میں قضا کی خوشبو

نعت

اثر جو شافع محشر کے گن گایا نہیں کرتے
شفاعت وہ کبھی خوابوں میں بھی پایا نہیں کرتے

اگر ہے عشق صادق آپ کا تو کام بھی کیجئے
فقط یوں نام کے عشاق کہلایا نہیں کرتے

گریزاں ان سے جو رہتے ہیں بے شک ہاتھ ملتے ہیں
جو ان پر جان دیتے ہیں وہ بچھتایا نہیں کرتے

فراق مصطفیٰ ﷺ میں دل بھی اپنا خون روتا ہے
فقط آنکھوں سے ہی ہم اشک برسایا نہیں کرتے

اسے جانے دو طیبہ تم نہ اس کا راستہ روکو
یہ دیوانہ ہے دیوانوں کو سمجھایا نہیں کرتے

نقابوں میں بسا ہے جب سے نقشہ سبز گنبد کا
تو دوجے کوئی بھی منظر ہمیں بھایا نہیں کرتے

مرے آقا ﷺ کا در لوگو بہاروں کا خزانہ ہے
وہاں ذوق طلب کے پھول مرجھایا نہیں کرتے

اثر ہے نعت جیسی بھی سنا دے اپنے آقا ﷺ کو
کہ وہ جذبات کی توہین فرمایا نہیں کرتے

نعت

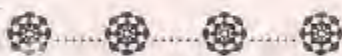
حب آسمان مدح سرائے رسول ﷺ ہے
 پھر کہکشاں تو آپ کے پیروں کی دھول ہے
 بخشش کرے گا سب کی انہیں کے طفیل سے
 اس میں جرح نہیں یہ خدا کا اصول ہے
 جو مصطفیٰ ﷺ بغیر ہی طالب خدا کے ہیں
 سن لیں وہ کان کھول کر یہ ان کی بھول ہے
 اُس در کی رفعتوں کو کوئی کیا بیاں کرے
 جس در پہ جبرئیل امیں کا نزول ہے
 جو عشق شاہ دیں ﷺ میں گزر جائیں جان سے
 واصل زندگی کا انہیں کو حصول ہے
 پوچھا کسی نے مجھ سے مرا مشغلہ اگر
 فوراً دیا جواب کہ مدح رسول ﷺ ہے



نعت

روانہ ہونے کو ہے وہ طیبہ نگر سفینہ
 میں چشم حسرت سے تک رہا ہوں اثر سفینہ
 بحر ہوئی تو نہ پہنچا طیبہ نگر سفینہ
 رواں رہا گو کہ خواب میں رات بھر سفینہ
 سفینے والے غلام ہیں شاہ بحر و بر کے
 تو کیوں نہ طوقاں کے ہو مقابل نذر سفینہ
 کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے راہ طیبہ
 و گرنہ پاتا نہیں یہ اعزاز ہر سفینہ
 تصوراتِ رہِ مدینہ میں ہے یہ عالم
 خیالِ دریا ہے فکر رہبرِ نظر سفینہ
 رہِ مدینہ سے آشنا ہو گیا نہ جب تک
 کوئی سفینہ ہوا نہیں معتبر سفینہ
 خیالِ وصلِ دیارِ محبوب کبریا میں
 مریضِ جبرِ نبی ﷺ کا ہے چارہ گر سفینہ

کرے گی پرواز روح ملکِ عدم کی جانب
 وہ مدینہ نہ پا سکے گا اگر سفینہ
 مرے سفینے میں جاذبیت نہیں ہے کوئی
 نبی ﷺ کی نسبت سے پرکشش ہے اثر سفینہ



حقیقتِ عشق

جو دیدارِ طیبہ کی شائق نہیں ہیں
 وہ آنکھیں بصارت کے لائق نہیں ہیں
 بغیرِ عملِ عشق نبوی کا دعویٰ
 فسانہ ہے جس میں حقائق نہیں ہیں

نعت

چاہے جو دور رہ کے بھی قربت رسول ﷺ کی
 اپنائے ہر مقام پہ سنت رسول ﷺ کی
 گر دوستوں نے سچ کو سراہا تو کیا کمال
 دشمن بھی مانتے ہیں صداقت رسول ﷺ کی
 قسمت پہ ناز کرتے ہیں قرطاس اور قلم
 جب لکھنے بیٹھتا ہوں میں مدحت رسول ﷺ کی
 کچھ کام آسکی نہ اطاعت بغیر وہ
 حاصل تھی بولہب کو بھی قربت رسول ﷺ کی
 سائنس نے بھی مانا ہے چودہ صدی کے بعد
 سنت میں جو نہاں ہے فراست رسول ﷺ کی
 حاتم بھی انکے در کا بھکاری ہے اے اثر
 کیا جانتا ہے کوئی سخاوت رسول ﷺ کی



نعت

بہت سننے کو سیرت پر ہمیں تقریر ملتی ہے
اطاعت کی مگر پیروں میں کم زنجیر ملتی ہے

نبی ﷺ کے ذکر ہی سے قلب کو تطہیر ملتی ہے
نبی ﷺ کی فکر ہی سے فہم اور تدبیر ملتی ہے

فقط شوقِ زیارت ہی سے کب ہے حاضری ممکن
یہ وہ دولت ہے جو منجانب تقدیر ملتی ہے

اسی حق گوئی کی خاطر تو یہ سولی چڑھتے ہیں
ازل سے اہل دل کی ایک ہی نقشہ ملتی ہے

نہیں ہے دوسرا نقشہ سوائے گنبدِ خضریٰ
درونِ خانہء دل ایک ہی تصویر ملتی ہے

بظاہر بے سرو سامان نظر آتے ہیں یہ لیکن
غلامانِ نبی ﷺ کو خلد کی جاگیر ملتی ہے

جو سچ پوچھو تو ہے عشقِ شہِ ابرار ﷺ کا صدق
اثر کے آد و نالوں میں جو یہ تاثیر ملتی ہے

نعت

امت کی راہ راہ ہدایت سے کٹ گئی
جب زندگی حضور ﷺ کی سنت سے ہٹ گئی

میں خواب ہی میں جانب طیبہ تھا گامزن
فرط خوشی سے نیند ہی میری اچھٹ گئی

دربار شاہ دیں میں کبھی ایک ہو گئے
نسلی تعصبات کی زنجیر کٹ گئی

جاتی ہے اب بھی خلد کو سیدھی نبی ﷺ کی راہ
یہ اور بات سوچ ہماری الٹ گئی

طیبہ میں موت آئے دعا ہو گئی قبول
شہر نبی ﷺ میں زیست کی زنجیر کٹ گئی

اذن سفر کبھی تو ملے گا یہ سوچ کر
طیبہ کے راستے پہ مری فکر ڈٹ گئی

غارِ حرا سے نکلا ہدایت کا آفتاب
گمراہیوں کی تیرگی دنیا سے چھٹ گئی

تقدیر بھی اثر پہ ہوئی مہربان ہے
مدح رسول پاک سے قسمت پلٹ گئی

نعت

ہے بہر عشق سامنے فوراً اُتر چلو
 دامن میں پھر سینے لعل و گہر چلو
 چلنا تمھارا کام ہے پہنچانا اُن کا کام
 گر بال و پر نہیں ہیں تو بے بال و پر چلو
 رو رو کے پہلے اشک کا دریا بہاؤ تم
 پھر بہہ کے سیل اشک میں طیبہ مگر چلو
 گزے نہ آخرت کی کوئی بات بھی کہیں
 دنیائے بے ثبات سے ایسے گزر چلو
 ہر گز نہ دو دھیان زمانے کی بات پر
 فرمایا جس طرف کو نبی ﷺ نے ادھر چلو
 صدقِ طلب کے ساتھ اٹھاؤ قدم اثر
 مانا کہ زاوِ راہ نہیں ہے مگر چلو



نعت

مدحت سرکار ﷺ کرنا کب کسی کا ہے کمال
درحقیقت یہ تو سب حبِ نبی ﷺ کا ہے کمال

مہر کیا جانے مرے آقا ﷺ سے ہے عالم میں نور
وہ سمجھتا ہے کہ اسکی روشنی کا ہے کمال

سلطنت قرباں ہے جس پر اب بھی ہفت اقلیم کی
شہر شاہِ دو جہاں ﷺ کی اک گلی کا ہے کمال

ہے جنوں عشقِ آقا ﷺ کی محبت ہی کا عکس
کیسے کہہ دوں یہ مری دیوانگی کا ہے کمال

بادشاہت جو دلوں پر اب بھی ہے عشاق کی
سرور کون سا مکاں ﷺ کی چاکری کا ہے کمال

میں کہ شاداں باوجودِ گردشِ حالات ہوں
درحقیقت یہ غمِ عشقِ نبی ﷺ کا ہے کمال

مدحت سرکار ﷺ کی ممنون ہے معراجِ فن
کون کہتا ہے اثر کی شاعری کا ہے کمال

نعت

وہ شہر جس میں ذاتِ شہیدیں مکین ہے
آنکھوں سے لاکھ دور ہو دل سے قرین ہے

ہیں اس پہ محوِ رشک محلات کے مکین
طیبہ کی جس کے نام پہ دو گز زمین ہے
کافی نہیں غلامیٰ آقا ﷺ کی کیا سند
اے عاملانِ خلد یہ کیا چھان بین ہے

ہے دل سے احترام کے لائق وہ شہرِ دل
جس میں نبی ﷺ کی یاد اقامت گزین ہے
یہ کہہ کے خود ہی زندگی قربان ہو گئی
طیبہ نگر کی موت حیات آفرین ہے

بے بال و پر ضرور ہوں بے آسرا نہیں
راہِ طلب میں عشقِ شہیدیں ﷺ معین ہے
تصویر ہو گی رنگِ حقیقت کی کیا اثر
طیبہ نگر کا خواب جب اتنا حسین ہے

نعت

ہر سمت ایک نور کا ہونے لگا ظہور
دنیا میں جب حضور ﷺ کا ہونے لگا ظہور

ذکر نبی ﷺ کیا تو سر شاخِ قلب و جاں
تسکین کے طیور کا ہونے لگا ظہور

انہی لقب کے درسِ فصیح و بلیغ سے
انسان پر شعور کا ہونے لگا ظہور

دل پر جو نقش ہیں شہِ والا ﷺ کی مدحیں
کاغذ پہ ان سطور کا ہونے لگا ظہور

آئی فضائے نعت میسر تو فکر سے
کیفیتِ ظہور کا ہونے لگا ظہور

جب سے اثر ہے بادۂ عشقِ نبی ﷺ نصیب
دل پر عجب سرور کا ہونے لگا ظہور



نعت

الموس و تعجب ہے مجھے اس غلام پر
 ہوتا نہیں درود جو آقا ﷺ کے نام پر

روح الامین کی بھی رسائی جہاں نہیں
 رہتی تھی روح آپ کی ایسے مقام پر

وہ پے رہے ستم کے صدا دشمنان دیں
 آپ کی نظر نہ گئی انتقام پر

یوسف کا حسن دیکھ کر تو انگلیاں کشیں
 اصحاب سر کشا گئے خیر الانام ﷺ پر

کتاب مصطفیٰ ﷺ کی سزا قتل صرف قتل
 لاکھ احتجاج اثر اس نظام پر



نعت

حق عشق شہ دیں ﷺ کا ادا کیوں نہیں کرتے
طیبہ میں تمنائے قضا کیوں نہیں کرتے

سازِ طرب عالمِ فانی کے چنگو
سوزِ غم طیبہ میں جلا کیوں نہیں کرتے
افکار و عمل نذرِ خن کر تو دیا ہے
قرطاس و قلم وقفِ ثنا کیوں نہیں کرتے

دیکھا ہے کرم ان کا گنہگاروں پہ جب سے
دیوانگی کہتی ہے خطا کیوں نہیں کرتے

ہر گام نئی تازگی پاتے ہیں کہاں سے
رہرو رہو طیبہ کے تھکا کیوں نہیں کرتے

یا دردِ فراقِ شہ بطحہ ﷺ کی دوا ہو
یا مجھ سے نہ پوچھو کہ ہنسا کیوں نہیں کرتے

سرکارِ ﷺ کی مدحت تو کیا کرتے ہو لیکن
سرکارِ ﷺ کی سنت پہ چلا کیوں نہیں کرتے

نعت

سب خورشید محشر کا مجھے کیا ڈر
میں نے اوڑھ لی ہے مدحت سرکار ﷺ کی چادر

ہی اک آس ہے میری یہی اک پیاس ہے میری
ہاں شربت دیدار مجھ کو ساقیؑ کوثر ﷺ

دل و دست افکار میری اور کیا ہوگی
کہ دنیا سرور عالم ﷺ ہے میری فکر کا محور

میری خواہش مرے ارمان مرا حاصل مری منزل
میری دنیا مرا عقبی مرے آقا ﷺ مرے سرور

میں اٹھاتا ہوں میں قرطاس و قلم جب بھی
تو لکھتا ہے میں پھول الفاظ کے اشعار میں ڈھل کر

میرے لیے کی نہ ہو جس میں تڑپ وہ زندگی کیا ہے
میرے نزدیک تو اس زندگی سے موت ہے بہتر

آپ رفعتِ حرفِ ثناء کی حد نہیں کوئی
میں نے کیا طائرِ فکرِ رسا کے پر

نعت

ایں ذوق سخن محدود توصیف محمد ﷺ تک
 آنکھوں داستاں غارِ حرا سے سبز گنبد تک
 ہوئے جو شکرِ ریزے مس نبی ﷺ کے پائے اقدس سے
 ہیں اُن کے بالمقابل بیچِ یاقوت و زبرجد تک
 کیا ہے جاگتی آنکھوں زیارتِ گمرِ مقدر میں
 از کم خواب ہی میں ہو رہی سہری گنبد تک
 مرے آقا ﷺ نے گم جو ما نہیں ہوتا محبت سے
 تو میرے ہونٹ بھی بڑھتے نہیں پھر سنگِ اسود تک
 اُپنا اعمال سے عشق نبی ﷺ ظاہر نہیں ہوتا
 آپ عاشق ہیں مگر الفاظ کی حد تک
 بلندی تو حقیقت میں اثرِ کردار ہی کی ہے
 سماں بھی پہنچ سکتا نہیں سرکارِ ﷺ کے قد تک



نعت

ہے جو ارماں نخلِ ایماں ہو شمرِ آراستہ
شاخِ دلِ عشقِ نبی ﷺ کے گل سے کر آراستہ

اور تو کوئی نہیں وجہ وجودِ کائنات
بزمِ عالم ہے بچے خیر البشر ﷺ آراستہ

کوچہ شاہِ زماں کی زندگی کیا خوب ہے
شامِ دلکش شبِ فروزاں اور سحرِ آراستہ

سبز گنبد کا تصور سجا گزیر کیا ہو گیا
ہو گئے قلبِ جبینِ روح و نظر آراستہ

آئے دیرانے میں بھی لطفِ بہارِ گلستاں
الفت سرکارِ ﷺ سے ہو دل اگر آراستہ

پرکشش لگنے لگا ہے قامتِ افکار بھی
ہے لباسِ حرفِ مدحت کس قدر آراستہ

آسمانِ دل تو روشن ماہِ طیبہ ہی سے ہے
راستی سے لاکھ ہوں شمس و قمر آراستہ

برہمِ طیبہ کی پھر تم دیکھنا ج دھج اثر
اذنِ آقا ﷺ کر تو دے پہلے سفر آراستہ

نعت

پیش نظر جب عظمت خیر البشر ﷺ ہوئی
خود اپنی نعت گوئی محل نظر ہوئی

میرا مذاق عشق شد دوسرا ﷺ ہوا
میری اساس مدحت خیر البشر ﷺ ہوئی

عشاق شاہ دیں نہ بٹے راہ شوق سے
دنیا بلا سے انکی ادھر سے ادھر ہوئی

جب سے نصیب آپ کا نقش قدم ہوا
بے قدر میرے سامنے اوج قمر ہوئی

ہے محو رشک عرش بریں اس مقام پر
فرش زمیں پہ آپ کی جو رہگزر ہوئی

مدح نبی ﷺ کا حق نہ ادا ہو گا تا ابد
عمر اثر تو یوں بھی بہت مختصر ہوئی



نعت

عالمِ مے نوشی عشاق بھی کیا خوب ہے
ساغرِ دل ہے نبی ﷺ کی یاد کا مشروب ہے

خود خدائے پاک بھی محبوب رکھتا ہے اسے
جسکو محبوبِ خدا کی ہر ادا محبوب ہے
کاش ایسے شخص پر کھل جائے سنت کا وقار
وہ جو شان و شوکتِ اغیار سے مرعوب ہے

غیر سے الفت میں رسوائی کا ڈر ہے جس طرح
انحرافِ عشق آقا ﷺ اس طرح معیوب ہے
دیگر اصنافِ سخن تسلیم کرتا ہوں مگر
فکرِ میر کی مدحت سرکارِ ﷺ سے منسوب ہے

مجھ پہ غالب آئیں کیسے اہل دنیا کے طریق
دل زہے قسمتِ نبی ﷺ کی یاد سے مغلوب ہے
اے آثرِ شمس و قمر کی رفعتیں اپنی جگہ
پر مجھے تو نقشِ پائے شاہِ دیں مطلوب ہے

نعت

رہنماؤں کو بھی تعلیم یہ دی جاتی ہے
 منزلِ قلد فقط راہِ نبی ﷺ جاتی ہے
 فرش پر انکے وسیلے سے جو کی جاتی ہے
 عرشِ اعظم پہ وہ فریاد سنی جاتی ہے
 کیا عجب چیز ہے یہ عشقِ نبی ﷺ کا شرب
 جتنا پیتا ہوں مری پیاس بڑھی جاتی ہے
 کس لئے ذاتِ شہِ دل نہ بنے محورِ عشق
 کیا محبت بھی کسی اور سے کی جاتی ہے
 عازمِ طیب کو حسرت سے کھڑا دیکھتا ہوں
 بیٹھا جاتا ہے یہ دل سانس رکی جاتی ہے
 فکر و فنِ الفت سرکارِ ﷺ میں ہو جائے فنا
 تب کہیں جا کے کوئی نعت لکھی جاتی ہے
 راہِ طیبہ میں کسے فکرِ اساس ہستی
 بے خودی چھاتی ہے ایسی کہ خودی جاتی ہے

نعت

بکھرائے پھول نطق سے شیریں کلام نے
جب لب ہلائے حضرت خیر الانام ﷺ نے

حرص و ہوس کی پیاس سے بیگانہ کر دیا
تشنہ لیوں کو ساقی کوثر ﷺ کے جام کے

مدحت کے چند پھول چنے ہیں برگِ نعت
آقائے نامدار ﷺ کے ادنیٰ غلام نے

شاہانِ وقت کو بھی گدائی میں لے لیا
اک ذاتِ پاکِ قابلِ صد احترام نے

پہنچا درِ حضور ﷺ تخیل کے دوش پر
بیٹھا ہوا ہوں روضہء اطہر کے سامنے

کیا کچھ نہ در پہ لایا تھا میں عرضِ مدعا
لب بستہ کر دیا ہے مگر احترام نے

شرمندہ رہ گئی ہے اثرِ صبحِ کائنات
برسایا ایسا نورِ مدینے کی شام نے

نعت

شفیع المذنبین کی ابتدا ہے
جہاں روح الایمن کی انتہا ہے

مرا اسلوب ہے مدحت سرائی
مرا عنوان عشق مصطفیٰ ﷺ ہے

ہمیں لازم ہے انکی پیروی بھی
کہ ہم نے عشق کا دعویٰ کیا ہے

محمد ﷺ رحمت اللعالمین ہیں
یہ رب العالمین کا فیصلہ ہے

زباں پر اور کچھ آئے تو کیسے
کہ دل پر نقش ہی صلے علی ہے

کتاب علم و حکمت جس کو کیسے
وہ اک اُمی لقب کا معجزہ ہے

بہت ہی سہل ہے مدحت سرائی
کنھن تو پیروی کا مسئلہ ہے

ہے اک نسبت شیعہ بطور کی ورنہ
اثر اپنی حقیقت جانتا ہے

نعت

پہلے عمل میں ان کی اثر پیروی کرو
پھر اس کے بعد دعویٰ عشق نبی ﷺ کرو

چھٹ جائے کیوں نہ دہر سے بدعت کی تیر گی
آقا ﷺ کی سنتوں کی اگر روشنی کرو

سرکار ﷺ کی دعاؤں کے طالب ہو تم اگر
سرکار ﷺ کی اداؤں سے مت بے رخی کرو

اللہ کے غضب کو نہ دعوت دو دوستو
دشمن سے اس کے تم نہ کبھی دوستی کرو

اچھا نہیں شعارِ اسلام سے مذاق
دنیا سے کیلو دین سے مت دل لگی کرو

وقت آ گیا ہے عشق پہ پھر امتحان کا
اب خوں سے آبیاری باغِ نبی ﷺ کرو

کل پر نہ ٹالو نیک ارادوں کو تم کبھی
کرنا ہے جو بھی کام اثر آج ہی کرو

نعت

اگر رخ مدینے کی جانب نہیں ہے
تو اٹھنا قدم کا مناسب نہیں ہے

ہے جتنی کشش راہِ طیبہ میں ہو گو
کوئی راستہ اتنا جاذب نہیں ہے

تعجب ہے مرغوب تجھ کو ہے بہت
مگر راہِ سنت کا راغب نہیں ہے

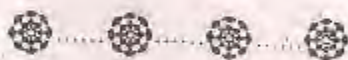
وہ سچی اطاعت کرے شاہِ دیں ﷺ کی
جو الفت کے دعوے میں کاذب نہیں ہے

مگر انکی احسانِ مندی تو ہے فرض
یہ مانا کہ مدحت تو واجب نہیں ہے

غلامانِ دنیا سے مغلوب ہو گا
اگر عشقِ سرکارِ ﷺ غالب نہیں ہے

نہیں مستحق ”حساباً یسیراً“
جو اپنے عمل کا محاسب نہیں ہے

ہے اسکے مقدر میں رحمت سے دوری
 جو اذنِ حضوری کا طالب نہیں ہے
 فداِ قلب و جاں ہیں درِ شاہ دیں صلی اللہ علیہ وسلم پر
 بظاہر مدینے میں قالب نہیں ہے



غلامی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ بات کس سے ڈھکی چھپی ہے یہ بات کس پر عیاں نہیں ہے
 غلامی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر سعادت انس و جان نہیں ہے
 میں عشق کا دم بھروں تو کیسے نبی کی مدحت کروں تو کیسے
 لکھوں تو ایسا قلم نہیں ہے کہوں تو ایسی زباں نہیں ہے

نعت

آثر یوں تو اک عام انساں ہوں میں
شبہ دیں ﷺ کی نسبت پہ نازاں ہوں میں

کہاں میں کہاں نقش پائے نبی ﷺ
خود اپنے مقدر پہ خیراں ہوں میں

ہے طیبہ کے گلشن سے نسبت مری
جہی تو سراپا گلستاں ہوں میں

جو امت کی خاطر یہائے لبو
تو اس ذات پر کیوں نہ قرباں ہوں میں

محبت نبی ﷺ کی اگر دل میں ہے
اطاعت سے کیونکر گریزاں ہوں میں

اطاعت سکھا دی نبی ﷺ کی مجھے
محبت کا ممنون احساں ہوں میں

قدم سوئے طیبہ اٹھے کیا اثر
کہ شاداں و فرحاں غزل خواں ہوں میں

درمدیح شیخ

مری متاعِ سخن وقف اس کی شان میں ہے
 کہ جو مجددِ ملت مرے گمان میں ہے

ساقی نامہ

کھلا یہ اب جنوں اپنا خرد آمیز ہے ساقی
 شرابِ عشق کا نقشہ بہت ہی تیز ہے ساقی
 تجھے میں رومیؒ ثانی لکھوں یا دوسرا تہریر
 کہ تجھ میں اجتماعِ رومی و تہریر ہے ساقی
 خدا کے عشق کی مستی چھلکتی ہے نگاہوں سے
 ترا پیانہء دل کس قدر لبریز ہے ساقی
 ضعیف میکدہ سے وہ ملے پیر مغاں بن کر
 مقابل ہو اگر نو عمر تو نوخیز ہے ساقی
 ہیں مجبور شکست ضبطِ اہل میکدہ سارے
 مری آہ و فغاں کچھ ایسی دل آویز ہے ساقی
 دل حسرت زدہ کی داستاں سن کر یقیں آیا
 کہ جنگِ نفس و شیطان کس قدر خونریز ہے ساقی
 کہاں تو اشرف و اقرب کہاں ہم ایسے تشنہ لب
 تیرا نظر کرم کرنا تعجب خیز ہے ساقی

تو اپنی اشک بار آنکھوں سے تنخم عشق بوئے جا
 ”ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی“
 جو ثبوت سے زیادہ زور ہے منفی عبادت پر
 مقدم سب دواؤں پر یہاں پرہیز ہے ساقی
 دل مومن تو پھر دل ہے یہاں پتھر پکھل جائے
 ترا طرز سخن ایسا اثر انگیز ہے ساقی



عشاق کا سرمایہ

عشاق کا سرمایہ النظر الی وجہک
 صدیق نے فرمایا النظر الی وجہک
 ہر حسن نظر صدقے صد بار اثر صدقے
 کیا حسن طلب پایا النظر الی وجہک
 میں عقل کی وادی سے جب عشق نگر پہنچا
 تب مجھ کو یقین آیا النظر الی وجہک
 جب روح کو جھلا دے ماحول کی تپتی دھوپ
 اس وقت ہے اک سایہ النظر الی وجہک



متاعِ سخن

مری متاعِ سخن وقف اُس کی شان میں ہے
کہ جو مجدد ملت مرے گمان میں ہے

اُس ایک پھول کی خوشبو رچی جہان میں ہے
جو پھولپور سے گلشن میں گلستان میں ہے

وہ بولتا ہے کہ رس گھولتا ہے کانوں میں
عجیب چاشنی الفاظ میں زبان میں ہے

گناہ چھوڑ کے پائی ہے قرب کی ٹھنڈک
کبھی جو دھوپ میں تھا اب وہ سائبان میں ہے

کوئی بھی گلابِ دل خالی جا نہیں سکتا
ہر ایک قسم کا سودا تری دکان میں ہے

بس ایک جان فدا کی ہے خالقِ جاں پر
یقین جانیئے سو جان میری جان میں ہے

جوسنگدل ہیں پکھلتے ہیں موم کی مانند
نہ جانے کون سا جادو ترے بیان میں ہے

آثر یہی ہے دلیلِ مقامِ صدیقین
زمیں پہ جسم مگر روح آسمان میں ہے

انقلاب

بریا دل و نگاہ میں اک انقلاب کر دیا
شیطان اور نفس کا خانہ خراب کر دیا

لکھ کر کتاب ”روح کی بیماریاں ان کا علاج“
باطن کے سارے دشمنوں کو بے نقاب کر دیا

قلب رقیق ہی نہیں گرمایا سوز عشق سے
بے حس و سنگدل کو بھی چشم پر آب کر دیا

خوشبو نہ انکی کیوں اڑے سارے جہان میں بھلا
آتش عشق سے جنہیں مثل کباب کر دیا

گلشن کا فیض دوستو محدود گل تلک نہیں
خار چمن کو آپ نے رشک گلاب کر دیا

پیر کی میں میرے پیر کی آخر کوئی تو بات ہے
یوں ہی فدا اثر نے کب اپنا شباب کر دیا



مرد قلندر

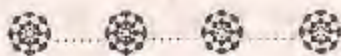
آسمانِ دل کے اختر کیا کہوں
کیا کہوں اللہ اکبر کیا کہوں

آپ تو عشاق کی تصویر ہیں
آپ کو مرد قلندر کیا کہوں

شیخ کامل حضر منزل رہبر
کون سا ہے لفظ بہتر کیا کہوں

عشق کا دریا کہوں میں آپ کو
یا محبت کا سمندر کیا کہوں

قرب حضرت کا زہے قسمت اثر
ہے کہاں تیرا مقدر کیا کہوں



ہم نے دیکھے ہیں مشائخ اور بھی جگ میں مگر
منفرد سب سے ہمارے حضرت والا کا رنگ
روح رہتی ہے طواف کوچہ جاں میں گم
ہم زمیں پر دیکھتے ہیں عالم بالا کا رنگ

گلشن کو چلو

صورتِ خارِ بیاباں ہو تو گلشن کو چلو
طالبِ فصلِ بہاراں ہو تو گلشن کو چلو

حسن کے خالق سے دل کا رابطہ ہو جائے گا
بتلائے عشقِ نسواں ہو تو گلشن کو چلو

شاداں و فرحاں نہ واپس ہو تو پھر کہنا مجھے
شدتِ غم سے پریشاں ہو تو گلشن کو چلو

روح کی بیماریاں ہرگز نہیں ہیں لاعلاج
تم اگر صحت کے خواہاں ہو تو گلشن کو چلو

زہد و تقویٰ تو بہت مرغوب شے کا نام ہے
زہد و تقویٰ سے ہراساں ہو تو گلشن کو چلو

دامنِ گلِ غیب پوشی کا سبب بن جائے گا
بدتر از خارِ مغیلاں ہو تو گلشن کو چلو

دیکھ لو خود جہلِ شیدا کے نالوں کا اثر
گل کی شادابی پہ حیراں ہو تو گلشن کو چلو

لائے تو کوئی پیر مرے پیر کی طرح

ظہروں کی ہے مثال کسی تیر کی طرح
اوتا ہے اس کا وار بھی شمشیر کی طرح

کر لیں ارادہ آج ہی ترک گناہ کا
ہر گز نہیں یہ مسئلہ کشمیر کی طرح

آسان ہو گا منزل جنت کا راست
ایلا کو گر گزار دیں راگیر کی طرح

میں اس طرح خدا سے دعا مانگتا ہوں اب
حاصل ہو عشق شیخ مجھے میرے کی طرح

جنت میں فہم دین میں تقویٰ میں علم میں
لائے تو کوئی پیر مرے پیر کی طرح

دامن خدا کے پیاروں کا تھا ہے اس لیے
جنت میں میں بھی ساتھ ہوں قطمیر کی طرح

کنول نہیں کوئی

بہت سے پھول ہیں لیکن کنول نہیں کوئی
کہ میرے شیخ کا نعم البدل نہیں کوئی

ہے حب شیخ کی دولت ہی میرا سرمایہ
سوائے اس کے مرے پاس عمل نہیں کوئی

وسائل غم عقیقی شعار کمر دولت
مسائل غم دنیا کا حل نہیں کوئی

نماز و ذکر و تلاوت رفیق اصلی ہیں
کہ اور مونس وقت اجل نہیں کوئی

نہیں ہے متبع شیخ مگر مرید اثر
تو اس کے نخل محبت میں پھل نہیں کوئی

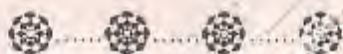


رہبر کامل

جس نے میرے قلب کی تخلیق کی
میں نے اس خالق کو اپنا دل دیا
شکر اس ہادی کا ہو کیونکر ادا
جس نے ایسا رہبر کامل دیا

فیض چارہ گر

فیض چارہ گر سمجھتا ہوں اے
 ایک بیٹھا درد جو سینے میں ہے
 تیرا چہرہ آنکھ سے اوجھل مٹھی
 تیری صورت دل کے آئینے میں ہے
 اک ترا دیدار ہے وجہ حیات
 اور آخر لطف کیا جینے میں ہے
 جام و ساغر میں کہاں اے ساقیا
 وہ مزا آنکھوں سے جو پینے میں ہے



حضرت والا کی تشریف آوری پر

غمزدوں کے لئے لائی ہے خوشی آج کی رات
 دیکھئے شاداں و فرحاں ہیں سبھی آج کی رات
 صحن گشتن میں بہاروں کی ہے آمد آمد
 کھلنے والی ہے یہ اک دل کی کلی آج کی رات

باغباں کی کرامت

نہ جانے کون سی اُس نے ادھر نظر ڈالی
کہ اپنی ہستی ہی میں نے فروخت کر ڈالی

یہ باغباں کی کرامت نہیں تو پھر کیا ہے
جھکی ہے بارِ ثمر سے چمن کی ہر ڈالی

زہے نصیب کہ پھل ہوں میں ایسی ڈالی کا
جو نخلِ دین کی سب سے ہے معتبر ڈالی



قطعہ

اے گنی ہے جب سے تقویٰ کی حیات
رشکِ جنت ہو گئی ہے، کائنات

وہ بھی کیا پہلوں ہے اے اثر
نفس کے ہاتھوں جو کھا جاتا ہے مات

خونِ تمنا

زندگی ہم بھی گزاریں اہل تقویٰ کی طرح
آخرت کی فکر بھی ہو کاش دنیا کی طرح

آرزوؤں کا گلا گھونٹنا تو یہ ثابت ہوا
جگ میں کوئی خوں نہیں خونِ تمنا کی طرح

ہم نے قدرت کا کرشمہ دیکھا ان کے ہاتھ میں
مردہ دل کو زندہ کرتے ہیں مسیحا کی طرح

وہ رہے ہیں دین کے پیارے بہرہ مستفیض
فیض کا یہ سلسلہ جاری ہے دریا کی طرح

اس میں بدعت کی ملامت کا نہیں ہے شائبہ
یہ تصوف ہے اثر آبِ مصفا کی طرح

امام شاہی تو ہمارے پاس ہے لیکن اثر
ہم بھی ناقدری نہ کر دیں اندھی بڑھیا کی طرح



ترے بغیر

منظر نہیں ہے کوئی بھی پیارا ترے بغیر
آنکھوں کو چھ رہا ہے نظارہ ترے بغیر

روحانیت پہ ایسا زوال آ گیا کہ اب
کرتا ہے میرا نفس اشارہ ترے بغیر

ساقی تری نگاہ کا صدقہ ہے کیف جام
مستی ترے بغیر نہ نعرہ ترے بغیر

جب دل ہی بجھ گیا ہو تو آنکھوں کا کیا قصور
بے نور لگ رہا ہے ستارہ ترے بغیر

جس سمت دیکھو بغض و عداوت کا زہر ہے
جائے کہاں یہ عشق کا مارا ترے بغیر

یار و گ لگ گیا ہے تجھے پوچھتے ہیں لوگ
وہ حال ہو گیا ہے ہمارا ترے بغیر

تو ساتھ ہو تو خار بھی صحرا کے ہیں قبول
گلشن میں گل نہیں ہے گوارا ترے بغیر

حیات جاوداں

الٰہ حیاتِ جاوداں پاؤں گا میں
 شیخ کے قدموں پہ مرجاؤں گا میں
 منزل کی دیوار کو ڈھاؤں گا میں
 عشق کی منزل جیسی پاؤں گا میں
 دور سمجھ پایا نہیں ان کا مقام
 دوسروں کو کیسے سمجھاؤں گا میں
 منزل سے جاتا رہا تو کیا ہوا
 انکا دیوانہ تو کہلاؤں گا میں
 اب مولیٰ حبِ آقا ﷺ حبِ شیخ
 جان جب کھوؤں گا تب پاؤں گا میں
 عرضِ مدعا تو ہے مگر
 انکے آگے کچھ نہ کہہ پاؤں گا میں



دیوانے کا دیوانہ

اگر مولیٰ نگاہِ عقل سے پردہ اٹھا دیتا
 یقیناً اپنے دیوانے کا دیوانہ بنا دیتا
 رسائی گر مری ہوتی فضاؤں کبکشاؤں تک
 ستارے توڑ کر میں تیرے قدموں میں بچھا دیتا
 جو میری عمر رشکِ مہر تیرے کام آجاتی
 یقیناً پھر میں اپنی زیت کی شمع بجھا دیتا
 جو میرے پاس ہفتِ قلیم کی بھی سلطنت ہوتی
 تو اے شاہِ سخن میں تیرے قدموں پر لٹا دیتا
 اگر آپ حیات آجاتا میری دسترس میں تو
 میں اپنی جان پر بھی کھیل کر وہ تجھ کو لا دیتا
 تری گدڑی میں پوشیدہ ہے لعلِ قربِ ربانی
 جو میرے بس میں ہوتا سارے عالم کو بتا دیتا



آرزو

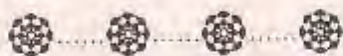
ممكن تھا حضور شیخ سے دوری نہیں ہوتی
مگر انسان کی ہر آرزو پوری نہیں ہوتی

میں خود مجبور ہوتا ہوں کسی کے عشق پہناں سے
ہے مجبوری یہی اپنی کہ مجبوری نہیں ہوتی

تصور روئے جاناں کا ہمیشہ ساتھ رہتا ہے
اللاہ دور رہتا ہوں مگر دوری نہیں ہوتی

مجھے تسلیم ہے عشاق کو اعدا لاحق ہیں
مگر محبوب کے رستے میں معذوری نہیں ہوتی

جدا ہوتا ہے ہر عاشق سے اس دنیا کا ہر محبوب
لہذا اک قریب ہوتی ہے کہ مجبوری نہیں ہوتی



عنوان ختم ہو گئے فریاد کے اثر
اب صرف آہ آہ کئے جا رہا ہوں میں

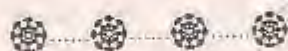
آستان کی خاک

کب کہاں میں پارسا و پاک ہونا چاہتا ہوں
میں تو تیرے آستان کی خاک ہونا چاہتا ہوں

عقل و دانش شان و شوکت سدا راہ شوق ہیں سب
اب دریدہ دل گریباں چاک ہونا چاہتا ہوں

کار دنیا میں بڑا ہوشیار ہوں سب جانتے ہیں
کارِ عقبیٰ میں بھی اب چالاک ہونا چاہتا ہوں

روشنی میں عقل کی بھٹکا بہت لیکن اثر اب
صاحبِ دل صاحبِ ادراک ہونا چاہتا ہوں



دعا

مجھ کو پیشی کے قابل بنادیجئے
شکل بنا دیا دل بنادیجئے
مجھ کو خار و علاق کی پروا نہیں
اپنی راہوں کا بسک بنادیجئے

گلشن میں رہتا ہوں

کسی کی یاد کی خوشبو لئے دامن میں رہتا ہوں
میں گلشن میں نہیں رہتا مگر گلشن میں رہتا ہوں

زہے قسمت کہ مجھ سے دور ہے موسم خزاؤں کا
زہے قسمت کہ اس کے قرب کے آنگن میں رہتا ہوں

مری آنکھیں رہا کرتی ہیں نازاں اپنی قسمت پر
میں جب تک مجھ اپنے شیخ کے درشن میں رہتا ہوں



مقطعہ

و کھ کو لذت کا نام دیتے ہیں
و غم کو راحت کا نام دیتے ہیں
وہ جو رکھتے ہیں ہ دل میں مولیٰ کو
دل کو جنت کا نام دیتے ہیں

تو ہے وجہ حیات رونقِ دل

اس پہ شاہین کیوں نہ ناز کرے
کرگسوں کو جو شاہباز کرے

شاہ ایسا کہ شیرِ دل میں بھی
عشقِ مولیٰ کا جو نفاق کرے

ضبطِ آہ و فغاں بجا لیکن
آنکھ افشا جو دل کا راز کرے

تو ہے وجہ حیاتِ رونقِ دل
عمرِ تیری خدا دراز کرے

روح تو چاہتی ہے وصلِ دوست
نفس دشمن نہ سازباز کرے

ہو نہ تقویٰ تو معرفت ہے خواب
لاکھ تو روزہ و نماز کرے

عام ہو جائے سوز و ساز ترا
دل میں پیدا اگر گداز کرے

پھول

روپوش ہو گئے ہیں جیسی گلستاں سے پھول
 رشکِ چمن کی تاب بھی لاتے کہاں سے پھول
 خوشبو جدا ہے رنگِ الگ شاخِ منفرد
 جیسے زمیں پہ اترے کوئی آسمان سے پھول
 اس رشکِ گلستاں کا عجب ہے تعارف
 آنکھوں سے مستی لفظ سے خوشبو زباں سے پھول
 عشق و وفا کی باس ہے جذب و فنا کا رنگ
 دنیا میں جیسے آئے ہوں باغِ جناں سے پھول
 ثابت ہوا کہ گلشنِ عشقِ خدا ہے یہ
 پھیلا رہے ہیں دہر میں خوشبو یہاں سے پھول
 ویرانیِ چمن پہ ہو صحرا بھی خندہ زن
 دیکھے ذرا ہٹا کے کوئی ذرمیاں سے پھول
 دامنِ تہی رہے یہ بعید از قیاس ہے
 مانگے جو گزر گزرا کے اثرِ باغباں سے پھول

ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

مرکزِ اہل دل اہل علم اہل فن
مرجعِ اصفیا محوِ حسنِ ظن
جس میں تشریف فرما ہیں شاہِ سخن

ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

وجہِ تزیین گلشن وہ جانِ جہن
نازِ گلِ فخر گلِ رشکِ سر و سخن
آبروئے تکلم وہ شیریں دھن

ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

باعثِ روشنی اہل دیں کے لئے
وجہِ تسکینِ دل سالکیں کے لئے
ظلمتِ شب میں اک روشنی کی کرن

ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

رہبرِ اولیا غوث و قطبِ زماں
مرجعِ اہل دل معرفت کی دکان
دردِ عشقِ حقیقی کا زریں مشن

ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

عشق کا ساز ہے جذبِ پنہاں کی لے
منہ کو لگتی نہیں اس کے دنیا کی مے
جس نے پی لی ہے تیری شرابِ کہن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

فہم کی چاندنی صحبتوں کا دیا
علم کی روشنی عشق کا راستہ
اتباعِ شریعت میں دیوانہ پن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

شاذ و نادر ہی دنیا میں ہیں راہبر
جس کے ہوں مقتدی اہلِ علمِ استدر
ماہر فن کے ہیں قدرداں اہلِ فن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

یہ کہ عشقِ حقیقی کی ہے درسگاہ
اس میں سکھائی جاتی ہے پر دردِ آہ
اس کو کہتے ہیں روحانیت کا چمن
ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

اُن نگاہوں کا صدقہ ہے سرور ہوں
 اور کہنے پہ یہ بات مجبور ہوں
 اب بھی زندہ ہے حضرت مجدد کا فن
 ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

شاہ امداد سی رحم کی شان ہے
 حضرت پھولپوری کا فیضان ہے
 حضرت تھانوی کا مہکتا چمن
 ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

جب بھی آؤں کراچی تو بے ساختہ
 یاد آتی ہے تھانہ بھون کی فضا
 حضرت شاہ ابرار کا ہے سخن
 ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

جن کو ادراک حسن شریعت نہیں
 جو یہ کہتے ہیں زندہ طریقت نہیں
 اے اثر دے جواب انکو دنداں شکن
 ہے کراچی میں بھی ایک تھانہ بھون

دعا

جو غافل ہیں انہیں بھی ذکر کی توفیق عطا کر دے
جو ہرجائی ہیں یارب تو انہیں بھی با وفا کر دے

ہوں میں بھی منتظر اک جام قرب حق کا مدت سے
میری جانب بھی اب نظر کرم اے ساقیا کر دے

مقام حضرت اقدس ہو ہم پر منکشف یارب
بصارت تو نے بخشی ہے بصیرت بھی عطا کر دے

کوئی دکھائے تو اس عہد میں حاذق طبیب ایسا
دوائے ترش بھی جو جام شیریں میں ملا کر دے

میں نالائق ہوں اور نالافتی کی میں نے حد کر دی
سو تو بھی اے کریم اپنے کرم کی انتہا کر دے

لگائی مہر سائل ”انتم الفقراء“ فرما کر
تو داتا ہے غنی ہے ہم فقیروں کا بھلا کر دے

کچھ اس میں شک نہیں ناقد ریاں ہم سے ہوئیں لیکن
الہی درگزر ہم خستہ حالوں کی خطا کر دے

تو خالق ہے تو مالک ہے تو قادر ہے تو شافی ہے
ہمارے حضرت اقدس کو بھی صحت عطا کر دے

ابھی بچے ہیں ہم بالغ نہیں راہِ تصوف میں
ہمیں تادیر سایہ شیخ و مرشد کا عطا کردے

ہمارے چھوٹے چھوٹے ہاتھ تو نے خود بنائے ہیں
انہیں خالی نہ لوٹا اب بڑی نعمت عطا کردے



رشتہ جوانی

جوانی یہ رشتہ جوانی نہ ہوتی
اگر آپ کی مہربانی نہ ہوتی

اگر دل کے اندر نہ طوفان ہوتا
تو لہجے میں یہ ترجمانی نہ ہوتی

اثرِ سا حزیں یوں نہ مسرور ہوتا
ترے غم میں مگر شادمانی نہ ہوتی

پند و مو عظمت

(اصلاحی اشعار)

اس وقت بھی ہوتی ہے کوئی ذات ترے ساتھ
جس وقت کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا

مسائل تصوف

مٹی اللہ والوں کی جنہیں صحبت نہیں ہوتی
تو ایسے عالموں کے علم میں برکت نہیں ہوتی

محبت کر کے بھی وہ فیض سے محروم رہتا ہے
وہ جسکے دل میں اپنے شیخ کی عظمت نہیں ہوتی

معاصی میں پریشانی بھی ذلت بھی مشقت بھی
مگر تقویٰ سے رہنے میں کوئی محنت نہیں ہوتی

خدائے پاک پھر کیوں عظم دیتا ہم کو تقویٰ کا
اگر ترکِ معاصی پر ہمیں قدرت نہیں ہوتی

بھلا وہ کیا اٹھائے گا علم دین محمد ﷺ کا
کہ جس سے فجر میں اٹھنے کی بھی زحمت نہیں ہوتی

جسے قربِ خداوندی کی لذت ہو گئی حاصل
اُسے ترکِ معاصی پر کبھی حسرت نہیں ہوتی

اگر اللہ کی کامل محبت پا گیا ہوتا
تو نافرمانیوں کی پھر کبھی جرأت نہیں ہوتی

کسی صورت نے کر لی ہے ترے دل میں جگہ شاید
جہی تسکینِ دل حاصل کسی صورت نہیں ہوتی

اگر داڑھی کے رکھ لینے سے چہرہ بد نما لگتا
تو پھر داڑھی مرے سر کا رعبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں ہوتی

وہ کیا مصروف ہے راہ تصوف کی مسافت میں
کہ جس کو ذکر کے معمول کی فرصت نہیں ہوتی

میں اُن سے حالی دل کہنے کا کیا کچھ عزم رکھتا ہوں
مگر جب سامنے جاتا ہوں تو ہمت نہیں ہوتی

صدورِ معصیت کی اہل دل طاقت تو رکھتے ہیں
مگر طاقت کو استعمال کی طاقت نہیں ہوتی

طریقت کا لذیذ و سہل رستہ گر تو اپنا
شریعت پر تجھے چلنے میں کچھ دقت نہیں ہوتی

”مری قیمت بروزِ حشر خود مولیٰ لگائے گا“

علاموں کی بذاتِ خود کوئی قیمت نہیں ہوتی

اثر کو گلستانِ دہر میں پھر پوچھتا بھی کون
اگر اس خار کو گلشن سے کچھ نسبت نہیں ہوتی

دنیا میں جنتی

ہم ان سے مل کے اک ایسی خوشی محسوس کرتے ہیں
کہ اس دنیا میں خود کو جنتی محسوس کرتے ہیں

نہیں ہوتے ہیں اس گلشن میں وہ جان بہاراں جب
ہم اپنے صحنِ دل میں بے کلی محسوس کرتے ہیں

وہاں پر اہل دل کا دل مکدر ہونے لگتا ہے
گنہ کی وہ جہاں آلودگی محسوس کرتے ہیں

یقیناً ان کا دل بھی کچھ نہ کچھ اللہ والا ہے
جو اہل اللہ سے مل کر خوشی محسوس کرتے ہیں

جو تائب ہو گئے ہیں مردہ لاشوں کی محبت سے
وہ اپنی زندگی میں زندگی محسوس کرتے ہیں

اثر جو ڈھالتے ہیں سانچہ سنت میں ظاہر کو
وہی دراصل کیفِ باطنی محسوس کرتے ہیں



اجتنابِ معاصی کا غم

وہ سلوک کا کیف و سرور پا نہ سکے
جو اجتنابِ معاصی کا غم اٹھا نہ سکے

وہ مسجدوں میں مراقب رہیں تو کیا حاصل
سڑک پہ آکے جو اپنی نظر جھکا نہ سکے
ہمیں وصولِ الی اللہ ہو تو کیسے ہو
ہم اپنے نفس کی دیوار ہی کو ڈھانہ سکے

دل شکستہ مومن مکان ہے اس کا
جو کائنات کی وسعت میں بھی سما نہ سکے
ہوا کو چاہیے کہ اہل دل کے منہ کو نہ آئے
کہ ان چراغوں کو طوفان بھی بجھا نہ سکے
ہے ایسا شخص اثرِ قابلِ مبارک باد
گناہ جس کی طبیعت کو اس آ نہ سکے

اثر وہ چمک نہیں سکتا کبھی فنا کا ثمر
اٹا کے ختم کو جو خاک میں ملا نہ سکے

خالق آفتاب

روشنی بے حساب ہے دل میں
خالق آفتاب ہے دل میں

ویدہ عقل پر ہی پردہ ہے
حسن تو بے حجاب ہے دل میں

خارِ فرقت میں جسم ہے لیکن
قرب حق کا گلاب ہے دل میں

جب سے دیکھا ہے غیر کی جانب
اک عجب اضطراب ہے دل میں

احساب گناہ کیوں نہ کروں
خوفِ روزِ حساب ہے دل میں

بارشِ اشک ہے برسنے کو
رققوں کا سہاب ہے دل میں

دل کو غیروں سے کر رہا ہوں صاف
یہ مہم کامیاب ہے دل میں

ماہ پاروں کی کیا حقیقت ہے
خالقِ ماہتاب ہے دل میں

کہ جی بھرتا نہیں ہے بندگی سے

لے جو آپ کی ناراضگی سے
ہمیں تو بیر ہے ایسی خوشی سے

لگا رکھی ہے جب لو آپ ہی سے
تو پھر کیوں رابطہ ہو ہر کسی سے

محبت اس لئے ہے زندگی سے
کہ جی بھرتا نہیں ہے بندگی سے

بھی کو قبر میں جانا ہے اک دن
چلو تیار ہو جائیں ابھی سے

بی علیہ السلام نے نفس کو دشمن بتایا
مری توبہ ہے اس کی دوستی سے

آخر سب کو مرجھانا ہے اک دن
چمن یہ کہہ رہا ہے ہر کلی سے

مہاراج غم ہماری زندگی ہے
خوشی کو قتل کرتے ہیں خوشی سے

سیت بے اثر کب تک رہے گی
اثر اب باز آؤ بے حس سے

تقویٰ کا اجالا

آنکھوں میں بھی تقویٰ کا اجالا نہیں ہوتا
جب قلب میں اللہ تعالیٰ نہیں ہوتا

ہو جس کی نگاہوں میں بسا خالق گلشن
ہر گز وہ اسیر گل لالہ نہیں ہوتا

لٹ جاتا ترے قرب کی دولت کا خزانہ
آنکھوں کی حفاظت کا جو تالا نہیں ہوتا

کچھڑ میں معاصی کے پھسل جاتا اثر بھی
مالک نے اگر اس کو سنبھالا نہیں ہوتا

اُس وقت بھی ہوتی ہے کوئی ذات ترے ساتھ
جس وقت کوئی دیکھنے والا نہیں ہوتا

ہے باعث تنویر جہاں خالق خورشید
سورج کے نکلنے سے اجالا نہیں ہوتا

پستی کی طرف دیکھتا شاہین بھی لیکن
آنکھوں میں اگر عالم بالا نہیں ہوتا

دنیا میں اثر تجھ کو بھلا جانتا کوئی
گر حضرت والا کا حوالہ نہیں ہوتا

علم عالمگیر

جس کو ان کا قرب حاصل ہو گیا
جیتے جی جنت میں داخل ہو گیا

در حقیقت وہ کسی قابل نہیں
اپنی نظروں میں جو قابل ہو گیا

میں بہادر مان جاؤں گا بجھے
نفس کا جس دن ٹو قاتل ہو گیا

دارِ فانی میں بھلا رکھا ہے کیا
کس لئے عقلی سے غافل ہو گیا

علم اُس عالم کا عالمگیر ہے
خ کے آگے جو جاہل ہو گیا

مجھ پہ اپنی اصلیت کھل جائے گی
آئینہ جس دن مقابل ہو گیا



آرزو کیا چیز ہے

دوستوں کو چھوڑ دوں نفسِ عدو کیا چیز ہے
ان کے حکموں کے مقابل آرزو کیا چیز ہے

آج بھی عشاق ایسے ہیں کہ انکی راہ میں
سر کٹا دیتے ہیں ارماں کا لہو کیا چیز ہے

دل کی سب ناپاکیوں کو پاک کر دیتا ہے یہ
کوئی کیا جانے لگا ہوں کا وضو کیا چیز ہے

انکی آنکھوں سے پیئے بیٹھا ہوں میرے سامنے
جام کی کیا ہے حقیقت اور سیو کیا چیز ہے

بات جب ہے روزِ محشر آدمی ہو کامیاب
عارضی دنیا میں ہونا سرخرو کیا چیز ہے

انبیاء کا اور صحابہ کا جہاں بہتا ہے خوں
اے اثر اس راستے میں ایک تو کیا چیز ہے



آخرت کی فکر

وہ جس کو آخرت کی فکر دامن گیر ہوتی ہے
یہ دنیا خود ہی اس کے پاؤں کی زنجیر ہوتی ہے

جو ان کی راہ میں سہہ سہہ کے غم ویران ہو جائے
تو لطفِ خاص سے اس قلب کی تعمیر ہوتی ہے

خدا کے سامنے توبہ سے شرمانے کا کیا مطلب
کہ بندوں ہی سے سرزد آخرش تفسیر ہوتی ہے

جو خود چلتا نہیں لیکن تمنائی ہے منزل کا
اسے حاصل بھلا کب خواب کی تعبیر ہوتی ہے

مسافر ہو گیا گر راہ کی رنگینوں میں گم
تو منزل تک رسائی میں بڑی تاخیر ہوتی ہے

کہیں پر خواہش بندہ کہیں پر مرضی مولیٰ
کہیں تدبیر ہوتی ہے کہیں تقدیر ہوتی ہے

یہی تو روح کی بیماریوں کا ہے علاج آخر
کہ خاک پائے اہل دل بڑی اکسیر ہوتی ہے

یہیں پر جلوہ فرما ہیں طیب حافظ باطن
یہیں تسکین طفل و نوجوان و پیر ہوتی ہے

الاروں میں تصور میں بسی ہے بس وہی صورت
نظر سے قلب تک بس ایک ہی تصویر ہوتی ہے

نہیں محتاج ہیں لفظ و بیاں کے اہل دل اسے معرفت
نگاہ بے زباں سے بھی عجب تقریر ہوتی ہے

میں کیوں منت کش احسانِ قرطاس و قلم ہوں جب
فغان شیخ لوحِ قلب پر تحریر ہوتی ہے

بالآخر طائرانِ عقل نے بھی کر لیا تسلیم
کہ پروازِ جنوں ناقابلِ تسخیر ہوتی ہے

بہجت چاہتے ہیں ہم آثرِ دنیا کا ہر ہر کام
بس + ک اصلاحِ باطن ہے جہاں تاخیر ہوتی ہے



اصل آبادی

فہم اس کا صرف دیوانوں میں ہے
اصل آبادی تو ویرانوں میں ہے

وار فانی میزبان غارِ خزاں

اور انساں اس کے مہمانوں میں ہے

کیا سکونِ دل نہیں ہے ذکرِ میں

کیا پریشانی کا حل گانوں میں ہے

غیر کی جانب ہوا ہے اس کا رخ

کشتیءِ دل جب ہی طوفانوں میں ہے

پھر عمارتِ حسن کی ڈھل دی گئی

زلزلہ پھر دل کے ایوانوں میں ہے

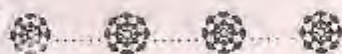
جان سے انجان کر ڈالا مجھے

جانے کیا ان سوختہ جانوں میں ہے

وہ کہاں نوٹوں کے گنتے میں بھلا

کیف جو تسبیح کے دانوں میں ہے

اصل میں وہ لوگ دانشمند ہیں
جن کا منہ اپنے گریبانوں میں ہے
خبر جو عاقبت سے ہو گئے
ایسا اثر بھی ایسے نادانوں میں ہے



فنا یت حسن

دل	نہ	بہلا	حسین	لاشوں	سے
کمر	نہ	برباد	دین	لاشوں	سے
نفس	نادان	کچھ	تو	عبرت	لے
جا	کے	زیر	زمین	لاشوں	سے

تجدیدِ راہِ طریقت

محنت نہیں رہی وہ مشقت نہیں رہی
دشوار اب تو راہِ طریقت نہیں رہی

اب قلتِ طعام کی طاقت نہیں رہی
اور قلتِ کلام کی شدت نہیں رہی

سو ناگناہ کرنے سے بہتر ہے دوستوں
یوں قلتِ منام کی حاجت نہیں رہی

ارشاد یہ مجددِ عہدِ رواں کا ہے
لوگوں میں اب وہ قوت و ہمت نہیں رہی

لیکن عجیب بات کہ ذکرِ خدا میں اب
ہم میں تخیلِ حقیقی و مثبت نہیں رہی

رحس کو بھی دیکھو ذکر و نوافل میں ہے مگن
مقصود تھی جو اصل عبادت نہیں رہی

راتوں کو جاگنے کا تو معمول بن گیا
دن میں مگر نظر کی حفاظت نہیں رہی

یوں تو غلافِ کعبہ پکڑ کر ہیں اشکبار
پر دل میں کعبے والے کی عظمت نہیں رہی

الفاظ سے تو نعت کی محفل سجائیں گے
 اعمال میں نبی ﷺ کی اطاعت نہیں رہی
 بعد از طعام سب کی زباں پر تو شکر ہے
 پر دل میں یادِ خالقِ نعمت نہیں رہی
 ہے اس مرض کا دوستو بس ایک ہی سبب
 وراصلِ اہلِ عشق کی صحبت نہیں رہی



قطعه

آدمی جب گناہ کرتا ہے
 اپنے دل کو سیاہ کرتا ہے
 دارِ فانی کے عیش کی خاطر
 اپنی عقبی تباہ کرتا ہے

امانت میں خیانت

گناہوں کی جسارت کر رہے ہو
آثر کیسی حماقت کر رہے ہو

بتوں سے بھی بنا رکھی ہے تم نے
خدا کی بھی عبادت کر رہے ہو

یہ جسم و جاں امانت ہیں خدا کی
امانت میں خیانت کر رہے ہو

سبھی کو مر کے جب ہونا ہے لاشے
تو کیوں لاشوں کی رغبت کر رہے ہو

آثر اپنا عمل بھی تم نے دیکھا
زمانے کو نصیحت کر رہے ہو



خوشی سے خواہشاتِ نفس کو پامال کرتے ہیں
ہم انکے راستے کے غم کا استقبال کرتے ہیں

روحانی بیوٹی پارلر

اہل تقویٰ کی صورت بنا لیجئے
نور سنت سے چہرہ سجا لیجئے

روزِ محشر شفاعت سے محروم ہوں
اپنی مونچھیں نہ اتنی بڑھا لیجئے

ہاں سر پر نہ انگریزی رکھیے جناب
اس کو سنت سمجھ کر کٹا لیجئے

ٹخنے ڈھکنا گناہِ کبیرہ ہے جی
اپنی شلوار اوپر اٹھا لیجئے

ہو اگر غیر محرم مقابل کوئی
اپنی نظروں کو فوراً جھکا لیجئے

اپنے کانوں سے گانے نہ سنئے کبھی
ان کو قبرِ خدا سے بچا لیجئے

اپنے قابو میں رکھیے خود اپنی زباں
اس سے مت کام بے فائدہ لیجئے

اشک جاری نہیں ہوں اگر آنکھ سے
 رونے والوں کی صورت بنا لیجئے
 پڑھ کے دو رکعتیں آپ حاجات کی
 اپنے مولیٰ کو رو کر منا لیجئے
 جن کی رحمت کے ہیں آپ امیدوار
 انکے پیاروں کی صورت بنا لیجئے



نکل نہ پائے گا وہ حسرتوں کی وادی سے
 جو کام لیتا نہیں قوتِ ارادی سے

مزرہ آجائے

غیب سے پردہ اٹھا دے تو مزرہ آجائے
 تو اگر جلوہ دکھا دے تو مزرہ آجائے
 عقل کی راہ سے دشوار ہے پانا تجھ کو
 دل کو دیوانہ بنا دے تو مزرہ آجائے
 ہم مثالوں سے سمجھ سکتے نہیں دل کی شناس
 پھل محبت کا چکھا دے تو مزرہ آجائے
 ان کی راہوں میں نگاہیں تو ہوئیں فرشِ راہ
 اپنے دل کو بھی بچھا دے تو مزرہ آجائے
 عقل کے نور کا مشکور مگر خالق طور
 عشق کی آگ لگا دے تو مزرہ آجائے
 وجہ بے کیفی تری سانس کا باقی رہنا
 اپنی ہستی کو مٹا دے تو مزرہ آجائے
 ہے مریضانِ محبت کا مرض استقاء
 یہ مرض اور بڑھا دے تو مزرہ آجائے
 ساری دنیا کے مزے تلخ ہیں اک تیرے بغیر
 تو اگر دل کو مزرہ دے تو مزرہ آجائے

توبہ کا مرہم

مرے دل میں جب انکا غم نہ ہوگا
وہ دن کیا لائق ماتم نہ ہوگا

گناہوں کے تقاضوں پر عمل سے
گناہوں کا تقاضا کم نہ ہوگا

ہوائے نفس نے پانی ہوا تو
چراغِ معصیت مدہم نہ ہوگا

بڑھے گا اس قدر زخمِ معاصی
آثرِ توبہ کا پھر مرہم نہ ہوگا

پھر ایسا وقت بھی آئے گا اک دن
صدورِ معصیت پر غم نہ ہوگا

حرمِ دالا شناسا ہوگا اس کا
کہ جسکے دل میں نامحرم نہ ہوگا

آثرِ اس وقت کیا توبہ کرو گے
کہ جب نفسِ لعین میں دم نہ ہوگا

اثر پھر کس طرح آئے گا آہوں میں

آثر مشغول ہیں جب ہم گناہوں میں
اثر پھر کس طرح آئے گا آہوں میں

وظائف بڑھ رہے ہیں روز و شب بیشک
کمی ہوتی نہیں لیکن گناہوں میں

نماز فجر میں ہوتے نہیں اکثر
بہت سے لوگ تو ہیں عید گاہوں میں

نہیں ہے خرچ تو راہ خدا میں بس
ہیں اخراجات تو شادی بیاہوں میں

مرے دل میں نہیں تیرے سوا کوئی
مرا دل خود بھی شامل ہے گواہوں میں



آثر تم اس طرح خود کو سعادت مند کر لینا
حسین جب سامنے آئیں تو آنکھیں بند کر لینا

تاریقہ منشی و مثبت

زندگی کا لطف سچ پوچھو تو بس سنت میں ہے
ایسا لگتا ہے کہ جیسے آدمی جنت میں ہے

وہ کہاں لاکھوں برس کی بے ریا طاعت میں ہے
فائدہ جو اہل دل کی دو گھڑی صحبت میں ہے

آپ جس حالت میں خوش ہیں اے مرے رب کریم
آپ سے خوش آپ کا بندہ اسی حالت میں ہے

ایک جانب خواہشات اور ایک طرف خوف خدا
یکلے ایمان تہ منشی و مثبت میں ہے

پھر حصول زر کی خاطر کیوں میں سرگرداں پھروں
وہ مجھے مل کر رہے گا جو مری قسمت میں ہے

اے خدا میری بھی فرما دیجئے اصلاح نفس
آپ قادر ہیں ہر اک شے آپ کی قدرت میں ہے

اک معرہ ہے اثر سارے زمانے کے لئے
جیسا صورت میں ہے کیا ویسا ہی وہ سیرت میں ہے

خالقِ دل کی نظر

زیست کی کشتی کا رخ عقبی کے ساحل کی طرف
بڑھ رہا ہے ہر مسافر اپنی منزل کی طرف

بھول جاتا ہے خدا کو یاد کرنا آدمی
بھیجتا ہے رزق وہ پھر بھی تو غافل کی طرف

خلوتوں میں ایسی پائی لذتِ راز و نیاز
اب قدم اٹھتے نہیں یاروں کی محفل کی طرف

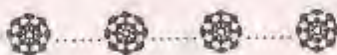
سیکڑوں عقلی دلائل بے اثر نادان پر
اک اشارہ بھی بہت ہوتا ہے عاقل کی طرف

اپنی آنکھوں کے نصیب پر مجھے آتا ہے رشک
دیکھتا ہوں اک نظر جب شیخِ کامل کی طرف

اہلِ دل کے دل سے ہو جاتا ہے دل کا رابطہ
خالقِ دل کی نظر ہوتی ہے جب دل کی طرف

آسمانی نصرتیں بھی اس کی ہمراہی نہیں
جب مجاہد چل پڑا اپنے مقابل کی طرف

اہل حق کا جذبہ شوق شہادت دیکھ کر
 زلزلہ آنے لگا ایوانِ باطل کی طرف
 تھماتے ہی رہو گے زندگی بھر تم اثر
 بھول کر بھی دیکھنا مت اب کسی تل کی طرف



ریا کار کہنے لگیں

خود کو بننا ہے عطار کہنے لگیں
 شہرتوں کا طلبگار کہنے لگیں
 اس قدر ذکر کر اپنے رب کا اثر
 لوگ تجھ کو ریا کار کہنے لگیں

ذکر کے انوار

معصیت ! ابرار کے ہوتے ہوئے
دھوپ ! اور اشجار کے ہوتے ہوئے

کس طرح آئے وہ ذات بے نیاز
قلب میں اغیار کے ہوتے ہوئے

معصیت کی تیرگی ممکن نہیں
ذکر کے انوار کے ہوتے ہوئے

بیکس و مجبور کا سائل نہ بن
مالک و مختار کے ہوتے ہوئے

کچھ تو ہے جو اہل دل خاموش ہیں
قوتِ گفتار کے ہوتے ہوئے

اہل گلشن سے کوئی سیکھے سبق
خندہ زن ہیں خار کے ہوتے ہوئے



ذرا سوچنا سمجھ کر

اے دوست قدم اپنے بڑھا سوچ سمجھ کر
 یہ راہِ محبت ہے ذرا سوچ سمجھ کر
 پہنی ہے شریعت کی قبا سوچ سمجھ کر
 اوڑھی ہے طریقت کی ردا سوچ سمجھ کر
 رہنے کا اندھیرے میں مجھے شوق نہیں ہے
 طوفان میں رکھا ہے دیا سوچ سمجھ کر
 انگلی نہ اٹھے خضر سی صورت پہ کسی کو
 اے دوست نگاہوں کو اٹھا سوچ سمجھ کر
 پائے گا نمود اس سے مرے عجز کا پودا
 مٹی میں ملائی ہے انا سوچ سمجھ کر
 عشاق تو رہتے ہیں صدا زندہ و جاوید
 تجویز کرو میری سزا سوچ سمجھ کر
 ہے صحت روحانی اسی شخص کو حاصل
 جو نفس کو دیتا ہے غذا سوچ سمجھ کر

پچھتائے گا تو عہدِ ضعیفی میں وگرنہ
 کر اپنی جوانی کو فدا سوچ سمجھ کر
 یہاں ہے تری ذات میں خود منزل مقصود
 ہاتھوں میں ترے ہاتھ دیا سوچ سمجھ کر
 دنیا نے کسی سے بھی وفاداری نہیں کی
 دنیا سے اثرِ دل کو لگا سوچ سمجھ کر



عشق کا اظہار

مزین نورِ سنت سے اگر رخسار ہو جائے
 نہاں جو عشق ہے اس عشق کا اظہار ہو جائے
 نبی ﷺ کے نام لیوا بے عمل ہیں مستحقِ دار
 گردِ نازک کا پیرو کیوں نہ پھر سردار ہو جائے

لطفِ زندگی

مجاہدات کی بھٹی سے جو گزرتا ہے
تو مثلِ کیمیا دراصل وہ نکھرتا ہے

اسی کو اصل میں ہے لطفِ زندگی حاصل
جو ایک ذاتِ حیاتِ آفریں پہ مرتا ہے

تو شہرِ عشق پہ ہوتا ہے زلزلہ طاری
دیارِ حسن نگاہوں سے جب گزرتا ہے

جو سوچتے ہیں فقط سوچتے ہی رہتے ہیں
جو کرنے والا ہے ہر کام کر گزرتا ہے

یہ بحرِ عشق ہے گہرائیوں سے مت گھبرا
جو اس میں ڈوبتا ہے بس وہی ابھرتا ہے

وہ مطمئن نہیں سونے کی وادیوں پر بھی
بشر کا قبر کی مٹی سے پیٹ بھرتا ہے

نظر میں جس کی سمائی ہو ایک ذاتِ قدیم
تغیراتِ زمانہ سے کب وہ ڈرتا ہے

جو آنکھ والے ہیں پہچانتے ہیں اُنکا مقام
 یہ سچ ہے جوہری ہیرے کی قدر کرتا ہے
 ہزار سنگِ ملامت کے باوجود آثر
 جو چلنے والا ہے رستے میں کب ٹھہرتا ہے



عشق فانی

تو عشق فانی جو کر رہا ہے جہاں میں کوئی بشر رہا ہے
 تو راہرو ہے گزر رہا ہے یہ تیرا رستہ ہے گھر نہیں ہے
 تو خوابِ غفلت میں سو رہا ہے جو سو رہا ہے وہ کھو رہا ہے
 جہاں میں یہ شور ہو رہا ہے کہ اب بھی تیری سحر نہیں ہے

قربِ الہی

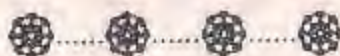
روح جب قربِ الہی پائے گی
زندگی میں زندگی آجائے گی

آدی شاہیں صفت ہو جائے گا
کر کسی خود اپنے پر سمٹائے گی

گلشنِ دل میں تب آئے گی بہار
خواہشوں کی جب کلی مرجھائے گی

سنتوں کی بارشیں کر دیجئے گی
بدعتوں کی گندگی ڈھل جائے گی

عشق میں خود کو جلا دے اے اثر
رنگِ تب تیری محبت لائے گی



جو سکونِ دل ڈھونڈے آہِ نارِ شہوت میں
ایسا شخص رہتا ہے احمقوں کی جنت میں

شعراے دنیا کی سخیانی

وہ کہاں شعراے دنیا کی سخیانی میں ہے
جو بُرور بندگی آیات قرآنی میں ہے

بے سبب تُو مبتلا اے دل پریشانی میں ہے
خلوۂ ایمان مضمحل سبیل عریانی میں ہے

یہ حقیقت ہے کہ اہل دل میں اور اللہ میں
ایسا ناٹ ہے کہ جیسا مچھلی و پانی میں ہے

پہلوان خواہشات نفس کو چت کر سکے
اتنی قوت بھی نہیں کیا جوش ایمانی میں ہے

پھر رہا ہے جب پری چہروں کے چکر میں تو پھر
کیا عجب ہے دل اگر تیرا پریشانی میں ہے

دامنی ذلت کو بھی پیش نظر رکھے کوئی
عارضی لذت تو بے شک کارِ شیطانی میں ہے

فقرِ بوذر کیوں نہیں ہے مشعلِ راہِ حیات
کامیابی کیا فقط زر کی فراوانی میں ہے

جا کے پوچھے کوئی نیشاپور کے درویش سے
آخرش کیا فرق ہے جو فقر و سلطانی میں ہے

چند دن رہنا پڑے دریائے اہل دل سے دور
پھر پتہ چل جائے گا تو کس قدر پانی میں ہے

دل میں غیروں کا گزر یہ کیسے ممکن ہے اثر
دل زہے قسمت کہ اہل دل کی نگرانی میں ہے



کنٹرول

پائیں جواہرات کو کنکر کے مول میں
رکھیں اگر نگاہ کو ہم کنٹرول میں
آنکھوں کے ترازو کو غذا دیکھ رہا ہے
ہر گز کمی نہ کیجئے کبھی ناپ تول میں

دو چار دن کی بات ہے

کوٹھی بنگلے بہتریں دو چار دن کی بات ہے
کیا مکاں کیسے نکلیں دو چار دن کی بات ہے

ایک دن آ کر خزاں ویران کر دے گی چمن
سرو سنبل یا سکیں دو چار دن کی بات ہے

آج تک کوئی نہیں جو موت میں کرتا ہو شک
زندگانی بالیقین دو چار دن کی بات ہے

ایک دن یہ صورتیں تبدیل ہوں گی بالیقین
لاکھ کہلاؤ جس دو چار دن کی بات ہے

اے کسان است اٹھ کھیتی لگا سبزہ اگا
پاس تیرے یہ زمیں دو چار دن کی بات ہے

میں نے مانا ہے مشقت راہ حق میں پر اثر
کچھ زیادہ تو نہیں دو چار دن کی بات ہے



وقفہ اذان و نماز

یہ جو دنیا ہے رہگزر ہے دوست
آخرت ہی ہمارا گھر ہے دوست

ہم کو لاحق ہے فکرِ مستقبل
جبکہ پل کی نہیں خبر ہے دوست

جس طرح وقفہ اذان و نماز
زندگی اتنی مختصر ہے دوست

رشتہ کرتا ہے آسمان مجھ پر
انکے قدموں پہ میرا سر ہے دوست

وہ ہیں اور اُن کا لطف بے پایاں
میں ہوں اور میری چشم تر ہے دوست

تجھ کو اک دن ہلاک کر دے گا
نفس دشمن ترا اگر ہے دوست

اس طرف بھی تو کوئی ٹادم ہو
اُس طرف سے تو درگزر ہے دوست

خود اثر باعمل نہیں ہے جہی
اس کی ہر بات بے اثر ہے دوست

صدق طلب کا اعجاز

دیکھ نسبت کو معاصی سے تُو کمزور نہ کر
اگ ہرگز نہ جلا نخلِ ثمر بار کے پاس

وہ جو اعمال سے ہر لحظہ ہو سنت کے قریب
درحقیقت ہے وہی روضہ سرکار کے پاس

دل میں لاشیں بھی رہیں اور خدا بھی مہماں
کہیں ہوتی ہے ضیافت کسی سردار کے پاس

رشک کرتے ہیں سلاطین مری قسمت پر
آگیا ہوں میں شہنشاہ کے دربار کے پاس

یوں بھی ہوتا ہے کبھی صدق طلب کا اعجاز
خود ہی منزل چلی آتی ہے طلبگار کے پاس

کس لئے ہم کھنچے جاتے ہیں معاصی کی طرف
اہلِ گلشن تو نہیں جاتے کبھی خار کے پاس

لایا ہوں اشکِ ندامت کا میں توشہ یا رب
اور تو کچھ بھی نہیں تیرے گنہگار کے پاس

اہل تقویٰ کی طرف کیوں نہ ہو ابلیس کا رخ
چور تو آتا نہیں مفلس و نادار کے پاس

نا خدائے رہ مولیٰ سے اگر ہو دوری
کشتیٰ تقویٰ چلی آتی ہے منجدہار کے پاس
خانہء دل سے اثرِ غیر کے بلے کو ہٹا
گندگی اچھی نہیں لگتی ہے گھر بار کے پاس



سر بلندیء روح

روح	کی	قسمت	میں	خوشحالی	نہیں
قلب	گر	اغیار	سے	خالی	نہیں
سر	بلندی	روح	کو	مطلوب	ہے
نفس	کو	منظور		پامالی	نہیں

نشہ اتر گیا

انعام جب سے میں نے پایا ہے عاجزی کا
نشہ اتر گیا ہے احساسِ برتری کا

جلدی کرو غلامو جاں دے دو اس ادا پر
آقا نے خود بڑھایا ہے ہاتھ دوستی کا

انجام کوئی دیکھے مرجھائے پھول کا بھی
دل کھینچتا ہے یوں تو آغاز ہر کلی کا

رنگینی زمانہ بھولا ہوا فسانہ
یادِ خدا میں گم ہوں عالم ہے بے خودی کا

ہر دکھ سے بے خبر ہوں ہر وقت شادماں ہوں
غم جب سے مل گیا ہے اک خالقِ خوشی کا



خورشیدِ قربِ خاص

جو میرا قول ہے وہ میرا حال ہو جائے
خدا کے قرب سے دل مالا مال ہو جائے

اسی میں ہوتا ہے خورشیدِ قربِ خاص طلوع
وہ دل جو خونِ تمنا سے لال ہو جائے

خدائے پاک سے ایسا قوی تعلق ہو
کہ ارتکابِ معاصی محال ہو جائے

غلام کا تو ہر اک جزو ہے غلام تو پھر
فدا محبتِ آقا ﷺ پہ گال ہو جائے

حیاتِ فانی کو کر نذرِ لامثال لہ،
کہ کائنات میں قائم مثال ہو جائے

یہی دلیل ہے اس میں کوئی کمال نہیں
بزعیم خود جو کوئی باکمال ہو جائے

ہم اس عروج پہ مرتے ہیں دارِ فانی کے
کہ جسکو چند دنوں میں زوال ہو جائے

غریب اصل وہی ہے کہ اعتبارِ مال
کہ جسکی منزل مقصود مال ہو جائے

رہ جنوں میں قدم رکھ دیا اثر نے بھی
خدا نخواستہ کیوں اعتدال ہو جائے



سنت کی روشنی

سنت کی روشنی کو کیا ہم نے فراموش
اور اپنے لئے فسق کا اندھیرا لیا ہے

ہم لوگ ہوئے اسوۂ حسنہ سے بہت دور
جب ہی ہمیں آفات نے یوں گھیر لیا ہے

جب آئے بڑی مونچھ منڈی داڑھیوں والے
سرکارِ ﷺ نے اس سمت سے رخ پھیر لیا ہے

تقویٰ کی عمارت

آثر جب مہرباں انسان پہ قسمت ہونے لگتی ہے
کسی اللہ والے سے محبت ہونے لگتی ہے

نظر پر جب خدا کی نظر رحمت ہونے لگتی ہے
تو بن چاہے بھی نظروں کی حفاظت ہونے لگتی ہے

صدورِ معصیت تو درکنار اہل محبت کو
معاصی کے تصور سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے

وہیں ابلیس رکھ دیتا ہے بم لطفِ معاصی کا
جہاں تعمیرِ تقویٰ کی عمارت ہونے لگتی ہے

وہ جسکے دل میں عشقِ مصطفیٰ ﷺ کا باغ لگ جائے
تو اس کے رخ پہ بھی تزیینِ سنت ہونے لگتی ہے

رہوں بیدار تو میرے تصور میں وہ رہتے ہیں
جو سو جاؤں تو خوابوں میں زیارت ہونے لگتی ہے

چمکنے لگتا ہے ذرہ مثالِ مہرِ تاباں وہ
کہ جس پر شیخ کی نظرِ عنایت ہونے لگتی ہے

محبت صرف حضرت سے نہیں ہے مجھکو حضرت سے
محبت کرنے والوں سے محبت ہونے لگتی ہے

زوالِ حُسن

حُسن کو جب زوال ہوتا ہے
 عشق کا انتقال ہوتا ہے
 جو بھی مرتا ہے مرنے والوں پر
 اس کا جینا محال ہوتا ہے
 خواہشِ نفس ہے وہ شے جس کا
 خون کرنا حلال ہوتا ہے
 کھانا پڑتی ہے اس کو گالی بھی
 جو پرستارِ گالی ہوتا ہے
 روح ہوتی ہے سر بلند تبھی
 نفس جب پائمال ہوتا ہے
 جس کے سر پر اثر ہو فکرِ مآل
 اس کے قدموں میں مال ہوتا ہے



اشکِ ندامت

بھلا اشکِ ندامت عرش پر کب پائے جاتے ہیں
یہ ایسے موتی ہیں جو فرش سے منگوائے جاتے ہیں

سرورِ منزلِ مولیٰ وہی بس پائے جاتے ہیں
جو اپنے نفس کی دیوار کو خود ڈھائے جاتے ہیں

لوئی کب سرنگوں کرتا ہے آخر اپنے جھنڈے کو
جیسی سنت کا پرچم رخ پہ ہم لہرائے جاتے ہیں

رعایا فوجِ خدام و محلِ سونس ہیں دنیا تک
کہ سب تنہا ہی اپنی قبر میں دفنائے جاتے ہیں

تقاضائے وفاداری ہمیں مجبور کرتا ہے
کہ جس کا رزق کھاتے ہیں اُسی کی گائے جاتے ہیں

معاصی کے اندھیروں میں نہ ہو توفیقِ توبہ گم
کہ تاحِ نظر ان غفلتوں کے سائے جاتے ہیں

نہ آیا ارتکابِ معصیت میں جب حجاب ان کو
اثرِ پھر توبہ کرنے میں وہ کیوں شرمائے جاتے ہیں

صحبتِ اہل نظر

مہرباں بندے پہ جس دم حق تعالیٰ ہو گیا
دیکھتے ہی دیکھتے اللہ والا ہو گیا

شیخ سے جس کا تعلق ڈھیلا ڈھالا ہو گیا
نفس و شیطان کے لیے وہ ترنوالہ ہو گیا

بے تدارک کوئی محرومی قربِ خاص کا
لاکھ توبہ سے گناہوں کا ازالہ ہو گیا

بس گیا جس کی نظر میں خالقِ شمس و قمر
دہر میں وہ روشنیوں کا حوالہ ہو گیا

دوسروں کی جوتیوں کی میں حفاظت میں لگا
بس اسی دورانِ گم اپنا دوشالہ ہو گیا

چھٹ گئیں مایوسیاں نالائق کے باوجود
آپ کی شانِ کریبی سے جو ہلا ہو گیا

ہم فقیروں کو بھلا کشتول کا کیا اخراج
دونوں ہاتھوں کو ملایا اور پیالہ ہو گیا

میں بھی ہوتا شائقِ حسنِ بتاں لیکن اثر
صحبتِ اہل نظر سے ذوقِ اہل ہو گیا

کافر مسلمان ہو گیا

یہ مصرع حضرت اقدس دامت برکاتہم کا ہے اور یہ اشعار محترم جناب صوفی شمیم احمد صاحب خلیفہ مجاز حضرت اقدس دامت برکاتہم کی فرمائش پر لکھے گئے ہیں۔

حسن کا جغرافیہ بدلا تو حیراں ہو گیا
”سرخ کافر تھا جو بچپن میں مسلمان ہو گیا“

وقت کی آندھی اڑا کر لے گئی کلیوں کا حسن
جو کبھی رشکِ چمن تھا اب سیاہاں ہو گیا

چڑھتے سورج کے پجاری ہو گئے کیونکر فرار
کیا ہوا شہر نگاراں کیسے ویراں ہو گیا

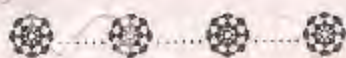
اب نگاہِ شوق ہی آٹھتی نہیں ہے اس طرف
پرچہ غصہ بصر صد شکر آساں ہو گیا

کل تلک جو نوکِ مژگاں پر دیا کرتے تھے جاں
آج جب مونچھوں کو دیکھا تو ہراساں ہو گیا

عقل آئی حسنِ فانی کا جنازہ دیکھ کر
جو پرستارِ بتاں تھا اہلِ ایماں ہو گیا

کمنی میں جس کی خاطر رہتے تھے نالہ کناں
عہدِ پیری میں اسے دیکھا تو تالاں ہو گیا

جان دی جس نے خدا پر پالیا اس نے سکون
 دل دیا جس نے پری کو وہ پریشاں ہو گیا
 ڈھل گئی صبح بہاراں چھا گئی فصلِ خزاں
 رشکِ گل نازِ چمن خارِ مغیلاں ہو گیا
 اے اثرِ اس ظلم پر ہے خون رونے کا مقام
 غازیؑ اسلام اک کافر پہ قبر ہاں ہو گیا



علاج

روشنی	گر	نظر	نہیں	آتی
اس	پہ	ہر گز	احتجاج	کرو
چاند	کو	مت	برا	یاد
اپنی	آنکھوں	کا	تم	علاج کرو

تاثير آه کی

تحریک اصل میں ہے یہی خانقاہ کی
باقی رہے نہ کوئی بھی عادت گناہ کی

دیکھیں پھر اپنی آنکھ سے تاثير آہ کی
باہ کی نکال دیں اور جیم جاہ کی

غصہ بھر پہ نفس نے جب آہ آہ کی
فوراً صدائے روح اٹھی واہ واہ کی

طاقت بروئے کار نہ لائے تو کیا علاج
طاقت تو ہر بشر میں ہے ترک گناہ کی

آیا ہے کون غیرت خورشید قلب میں
کیوں ماند پڑ گئی ہے چمک مہر و ماہ کی

بندے کو چاہئے کہ خدا پر نظر کرے
آجائے کوئی چیز اگر اشتباہ کی

اُس رشک آفتاب نے ڈالی جو اک نظر
حالت بدل گئی مرے قلب سیاہ کی

ایسا لگا فراق میں صدیاں گزر گئیں
 کہنے کو تھی جدائی فقط ایک ماہ کی
 آخر کوئی محاسن تو صرف نظر میں ہے
 تکلیف ہم اٹھاتے نہیں خواہ مخواہ کی



محبت کا سمندر

مزه جان دینے میں آتا ہے کیسے
 کوئی آنکے قدموں پہ مر کے تو دیکھے
 محبت کا ہے کتنا گہرا سمندر
 ذرا کوئی اس میں اتر کے تو دیکھے

دنیاۓ فانی

رہا محروم وہ دونوں جہاں کی شادمانی سے
وہ جس نے دل لگایا عشرت دنیاۓ فانی سے

گناہوں سے گناہوں کا تقاضا کم نہیں ہوتا
یہ سچ ہے آگ بجھ سکتی نہیں نمکین پانی سے

مرا خالق مرا مالک اثر ناراض جس سے ہو
مری توبہ مری توبہ ہے ایسی شادمانی سے

یہ سچ ہے ابتلاۓ مصیبت بھی اک مصیبت ہے
خدا محفوظ رکھے اس بلاۓ ناگہانی سے

بھانا آتش دوزخ کا آساں تو نہیں لیکن
سنو یہ آگ بجھ سکتی ہے بس آنکھوں کے پانی سے

کوئی طاقت نہیں چلتی ہے عزرائیل کے آگے
کہیں دھوکہ نہ کھا جانا اثر اپنی جوانی سے

کوئی جانِ سخن میرے تحیل میں سمایا ہے
جہی اشعار وارد ہو رہے ہیں اس روانی سے

اثر تو کچھ نہیں لیکن اثر کے شعر کہتے ہیں
اثر کا بھی تعلق ہے کسی رومی ثانی سے

ابھی مت پوچھئے

کیسی بندش آنکھ پر ہے یہ ابھی مت پوچھئے
کس لئے نیچی نظر ہے یہ ابھی مت پوچھئے

اصل آنکھیں تو کھلیں گی قبر میں جانے کے بعد
کون اصلی دیدہ ور ہے یہ ابھی مت پوچھئے

حسن کا جغرافیہ بدلے تو پھر معلوم ہو
عشق کتنا معتبر ہے یہ ابھی مت پوچھئے

روزِ محشر کی طوالت سے پتہ چل جائے گا
زیت کتنی مختصر ہے یہ ابھی مت پوچھئے

ملنے دیجئے نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں
مختوں کا کیا ثمر ہے یہ ابھی مت پوچھئے

روزِ محشر خالق زر خوش ہو گر تو ہے ظفر
پاس کتنا مال و زر ہے یہ ابھی مت پوچھئے

خود کھلے گا صاحبِ تاثیر ہو جانے کے بعد
صحبتوں کا کیا اثر ہے یہ ابھی مت پوچھئے

معرکے میں نفس کے لیے اثر کا امتحان
لومڑی یا شیرِ نر ہے یہ ابھی مت پوچھئے

موتی کی غذا کیوں نہیں لیتے

ایماں کی حلاوت کا مزہ کیوں نہیں لیتے
سڑکوں پہ نگاہوں کو جھکا کیوں نہیں لیتے

لو اپنے چراغوں کی بڑھاؤ گے کہاں تک
خورشید ہی سے آنکھ ملا کیوں نہیں لیتے

کوئے تو نہیں ہو کہ ہو مرغوبِ نلاکھت
تم بٹس ہو موتی کی غذا کیوں نہیں لیتے

کرتے ہو معاصی کے صرخے کو نظر انداز
روحانی طبیبوں سے دوا کیوں نہیں لیتے

اب آتشِ الفت کی درآمد بھی کہاں تک
یہ آگ ہی سینے میں لگا کیوں نہیں لیتے

ہر بیکس و مجبور کی کرتے ہو خوشامد
اک صاحبِ قدرت کو منا کیوں نہیں لیتے

ہیں داغ جو عصیاں کے آثرِ دامنِ دل پر
اشکوں کے سمندر میں نہا کیوں نہیں لیتے

کیفِ احسانی

رابطہ کم ہو گا جتنا عالم فانی کے ساتھ
روح نکلے گی اثر اتنی ہی آسانی کے ساتھ

گو پریشانی تو ہے اس سیلِ عربانی کے ساتھ
خلوۂ ایمان بھی تو ہے فدا دانی کے ساتھ

حبِ دنیا دل میں ہو تو عشقِ مولیٰ ہے حال
آگ رہ سکتی نہیں ہر گز کبھی پانی کے ساتھ

کوئی صوبہ بھی بناوت کر نہ پائے جسم کا
دل پہ بھی پہرہ بند آنکھوں کی نگہبانی کے ساتھ

دوستی مطلوب ہے تو دشمنوں سے دور رہ
فصلِ رحمانی نہ ہو گا کارِ شیطانی کے ساتھ

زندگی بھر کی ریاضت کا اسے حاصل کہیں
ایک سجدہ بھی اگر ہو کیفِ احسانی کے ساتھ

خواہشاتِ نفس بھی قربان ہوں تو بات ہے
عیدِ الاضحیٰ پر اثر بکرے کی قربانی کے ساتھ

حکمتِ دینی و دنیاوی کا سنگم ہے یہاں
نفعِ جسمانی بھی ہو گا فیضِ روحانی کے ساتھ

خالق لذات جس سے خوش نہیں ہو دوستو
اس کی دنیا بے مزہ ہے مرغ و بریانی کے ساتھ

اس سے اہل اللہ کی عظمت پہ آجاتا ہے حرف
فعلِ شیطانی نہ کرنا شکلِ نورانی کے ساتھ

خود ہی ظاہر سے اثر انگیزیء اشعار سے
ہے اثر کا بھی تعلق رومیؒ ثانی کے ساتھ

اہلِ دل دریائے قربِ حق میں ایسے غرق ہیں
جیسے مچھلی کا تعلق ہے اثرِ پانی کے ساتھ



قرب کی لذت

بھلا میں اس سے کب انکار کر رہا ہوں دوست
مزہ تو ہے رہِ عیش و طرب کے سائے میں
مگر وہ دل کی تپش کا بھی حال بتلائے
جو جی رہا ہے خدا کے غضب کے سائے میں
میں ان کے قرب کی لذت کو کیا بیان کروں
عجیب کیف ہے نا دیدہ لب کے سائے میں

حسد کی آگ

حسد کی آگ میں جسکو بھی جلتے دیکھا ہے
اسے تو میں نے فقط ہاتھ ملتے دیکھا ہے

میں کیا بتاؤں نئی روشنی کے کاندھوں پر
حیا کا میں نے جنازہ نکلتے دیکھا ہے

وہ جسکی آنکھ میں کوئی حسین بس جائے
تو رات بھر اُسے کروٹ بدلتے دیکھا ہے

کسی کا سوز مرے دل کو نرم کیوں نہ کرے
کہ میں نے آگ سے لوہا پگھلتے دیکھا ہے

اثر یہ رہ نہیں سکتی اثر بغیر کئے
کہ میں نے آہ کو دل سے نکلتے دیکھا ہے



نظروں کو کئے چار یہ کیا دیکھ رہا ہے
کیا تجھ کو نہیں علم خدا دیکھ رہا ہے

جانِ سخن

میں اپنی زیستِ حسینوں کے نام کیوں کرتا
بھلا میں اپنا ہی جینا حرام کیوں کرتا

دل و دماغ و بصارتِ بعافیت ہیں تو پھر
آثر میں شکوۂ نزلہ زکام کیوں کرتا

کسی گنہ میں کوئی منفعت اگر ہوتی
ہمارا رب اسے ہم پر حرام کیوں کرتا

اگر وہ جانِ سخن روبرو نہ ہوتے تو
غزل سرائی کا میں اہتمام کیوں کرتا

سلف کی شان میں تنقید و تبصرہ کر کے
آثر زبان کو میں بے لگام کیوں کرتا



میری آہ و فغاں یوں بے اثر ہو جائے مشکل ہے
مرے اشکِ ندامت میں جگر کا خون شامل ہے

تہجد کا نور

تمام شب کی تہجد کا نور ایک طرف
نظر بچانے کا لیکن سرور ایک طرف

مرے تمام خطا و قصور ایک طرف
عطا و رحمت رب غفور ایک طرف

نظر سے دور ہیں لیکن وہ دل میں رہتے ہیں
حجاب ایک طرف ہے ظہور ایک طرف

عطا ہو اہل جنوں کا مقام قرب تو پھر
تمام شبہء عقل و شعور ایک طرف

ہے یوں تو چار سو نفرت کا آبِ خاک آلود
اثر ہے عشق کی مستی میں چور ایک طرف

اثر محبت اہل و عیال برحق ہے
مگر ہو عشق خدا و حضور ﷺ ایک طرف



غفلتِ روزِ جزا

وہ اپنی راہ میں جس کو قبول کرتے ہیں
تو اس کی راہ کے کانٹوں کو پھول کرتے ہیں

مجھے تو غفلتِ روزِ جزا پہ حیرت ہے
کہ اہل عقل کہیں ایسی بھول کرتے ہیں

ہمیں بھی چاہئے راہوں میں 'انکی بچھ جائیں
مقامِ قرب سے جب وہ نزول کرتے ہیں

دکھائی اُن کو نہیں دینا کیا درِ توبہ
یہ لوگ خواہشِ عصمتِ فضول کرتے ہیں

وہ جگے سامنے ہوتی ہے روح کی پرواز
وہ خواہشات کو پیروں کی دھول کرتے ہیں



دنیا یہ سمجھتی ہے کہ دل ٹوٹ رہا ہے
دراصل یہ جنت کے مزے لوٹ رہا ہے

سوزِ اہلِ دل

ہے ایسا سوزِ اہلِ دل کہ جو بے ساز ہوتا ہے
زمیں کو آسماں سے ربطِ بے آواز ہوتا ہے

جنم لیتی ہے نافرمانیء حق کی جہاں خواہش
وہیں قبرِ خدا کا نقطۂ آغاز ہوتا ہے

خرد کے زعم میں اہلِ خرد یہ راز کیا جانیں
کہ مٹ جاتا ہی اہلِ عشق کا اعزاز ہوتا ہے

عجب طرزِ سخن ہے جی نہیں بھرتا ساعت سے
مضامینِ کہن کا بھی نیا انداز ہوتا ہے

بتا دیتی ہیں رازِ درو پہاں چشمِ باریدہ
کہ سیلِ اشکِ سوزِ قلب کا غماز ہوتا ہے

اگر خاموش رہتے ہیں تو پہچانے نہیں جاتے
اگر یہ آہ کرتے ہیں تو افشا راز ہوتا ہے

پروں میں گوندِ شہوت کا لگا دیتا ہے ظالمِ نفس
پرندہ روح کا جب مانل پرواز ہوتا ہے

آثر شاہین بنتا ہے تو خصلت چھوڑ کر گس کی
کہیں مردار کھانے والا بھی شہباز ہوتا ہے

سو فیصد وفاداری

بڑے محسن سے غداری کرے گا
وہ جو اغیار سے یاری کرے گا

یہاں بندوں کی پر وہ پوشی کیجئے
خدا محشر میں ستاری کرے گا

کھلی ہے جس پہ دنیا کی حقیقت
وہی عشقی کی تیاری کرے گا

نہ ہو گا بند تیرا فقر ہر گز
اگر اظہارِ وفاداری کرے گا

وہ جس کے دل میں عشقِ حق سمائے
وہ اپنی جان بھی واری کرے گا

سبھی اس دوست کو ترجیح دیں گے
جو سو فیصد وفاداری کرے گا

اسی دل کو ملے گا دروِ دل بھی
جو اہل دل کی ولداری کرے گا

لذت وصلِ دوام

جو اہل دل ہیں وہ یہ اہتمام کرتے ہیں
حرام خوشیوں کو خود پر حرام کرتے ہیں

خدا کی راہ میں جو خار چبھ گیا ہو اُسے
تمام پھول ادب سے سلام کرتے ہیں

عطا کئے ہیں جو ہم کو خوشی کے خالق نے
ہم ان غموں کا بڑا احترام کرتے ہیں

کوئی خود عرضی نہ لائے تو اس کی محرومی
وہ پانچ وقت تو دربابِ عام کرتے ہیں

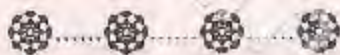
فراقِ عارض و گیسوئے عارضی کے عوض
حصولِ لذتِ وصلِ دوام کرتے ہیں

یہ ان کی خاص عنایت نہیں تو پھر کیا ہے
کہ ہم بھی ان کی محبت کو عام کرتے ہیں

اس اعتبار سے خود بھی ہیں رشکِ گلشن وہ
کہ پھول جھڑتے ہیں جب وہ کلام کرتے ہیں

شروع کر ہی دیا ہے جو معرفت کا سبق
تو بابِ عصیاں کا ہم اختتام کرتے ہیں

ہے کوئی بندہ جو توبہ کرے گناہوں سے
 سحر کے وقت وہ ہم سے کلام کرتے ہیں
 مشاہدہ انہیں ہوتا ہے حسن منزل کا
 مجاہدہ جو فقط چند گام کرتے ہیں
 انہیں بھی عرش سے اتری ہوئی پلا ساقی
 جو لوگ خواہش مینا و جام کرتے ہیں
 وہ مستحق ہیں اثر تمنغہ شجاعت کے
 ہوائے نفس کا جو قتل عام کرتے ہیں



مستحق اب ہے بہادر وہی کہلانے کا
 حوصلہ جس میں ہو ماحول سے ٹکرانے کا

نسبت کا موتی

جسے نسبت کا موتی حق تعالیٰ خود عطا کر دے
نہ کیوں وہ معصیت کے کتھر و پتھر فدا کر دے

یہ ایسی چیز ہے جو آسمانوں میں نہیں ملتی
جناب کبریا میں اشک کے موتی سجا کر دے

ہمارے جسم تو آزاد ہیں یارب دعا یہ ہے
ہماری روح قیدِ نفس و شیطان سے رہا کر دے

اگر دارالبقا میں سرخروئی کی تمنا ہے
تو پیش شیخِ کامل اپنی ہستی کو فنا کر دے

مرے معبود اجسامِ مسلمانانِ عالم کو
لباسِ محبت سرکارِ علیہ السلام سے آراستہ کر دے

یہی فریاد ہے میری کہ مجھ میں اور گناہوں میں
مرے مالکِ زمین و آسمان کا فاصلہ کر دے

اگر ہے عاشقِ سرورِ علیہ السلام تو پھر ماحول کا کیا ڈر
تو داڑھی رکھ کے اظہارِ محبت برملا کر دے

آثر وہ دونوں عالم کے فدا کرنے سے ملتے ہیں
اگر ان کی تمنا ہے تو یہ قیمت ادا کر دے

بادبانِ غمِ تقویٰ

خواہشِ نفس نے طوفان اٹھا رکھا ہے
 بادبانِ غمِ تقویٰ نے بچا رکھا ہے
 خالقِ قلب بھلا قلب میں آئے کیسے
 ہم نے جب قلب میں غیروں کو بسا رکھا ہے
 تو نے اس شخص کو کیا دیکھا نہیں ہے جس نے
 خواہشِ نفس کو معبود بنا رکھا ہے
 بھولنے والا کبھی کینہ نہیں پا سکتا
 آپ کی یاد میں کچھ ایسا نشہ رکھا ہے
 ایک مدت کی پریشانی چھپی ہے اس میں
 چند لحوں کا گناہوں میں مزہ رکھا ہے
 آج کے دور میں ماحول سے ٹکرا لینا
 ایسا لگتا ہے کہ طوفان میں دیا رکھا ہے
 یہ سراسر ہے مرے پیر کا فیضانِ نظر
 سر کے خٹاس کو پیروں میں دبا رکھا ہے

تابِ نظارہ نہیں ہوتا

اس سمت کبھی تابِ نظارہ نہیں ہوتا
گر دوسری جانب سے اشارہ نہیں ہوتا

عاصی کیلئے کوئی بھی چارہ نہیں ہوتا
گر آپ کی رحمت کا سہارا نہیں ہوتا

اعمال بھی اُس شخص کے پیارے نہیں ہوتے
اللہ کے پیاروں کا جو پیارا نہیں ہوتا

ہم تھوڑے سے دیں پر تو کریں صبر و قناعت
ہاں تھوڑی سی دنیا پہ گزارا نہیں ہوتا

اب دوستی کا دوستو معیار یہی ہے
جو اُن کا نہیں ہوتا ہمارا نہیں ہوتا

آتا نہیں باطن میں کبھی نورِ ولایت
ظاہر کو جو سنت سے سنوارا نہیں ہوتا

تکیہ تو فقط ذاتِ خدا پر ہی روا ہے
دنیا کا سہارا تو سہارا نہیں ہوتا

ہم آسمان والے کا پتہ پوچھتے کس سے
 روشن جو زمیں پر وہ ستارہ نہیں ہوتا
 میں اُن کے سوا نام بھی لوں اور کسی کا
 مجھ سے تو اثر یہ بھی گوارا نہیں ہوتا



احمق

خدائے پاک کو ناراض کرنا
 اثر آخر یہ تیرا طور کیا ہے
 بڑی طاقت سے فکر لینے والا
 اگر احمق نہیں تو اور کیا ہے

عشق مجاز میں

جب بتلا ہو آدمی عشق مجاز میں
پھر کیا عجب کہ دل نہیں لگتا نماز میں

مصرف ہے جو بندہ بظاہر نماز میں
مشغول ہے خدا سے وہ راز و نیاز میں

شہبازیت کے نام پہ دھنہ ہے دوستو
کرگس کی خصلتیں ہیں اگر شہباز میں

آواز میں گلے کی کہاں ہے اثر وہ سوز
کیف و سرور و درد ہے جو دل کے ساز میں

گو جسم سے مقیم کراچی میں ہے ضرور
لیکن اثر کا دل ہے زمین حجاز میں



سوزِ عشق

یہ کیسی آہ و فغاں ہے کسی کو کیا معلوم
کہ سوزِ عشق نہاں ہے کسی کو کیا معلوم

ہوس کی دھند میں گم ہیں سراغِ موسم کے
بہار ہے کہ خزاں ہے کسی کو کیا معلوم

یہ عاشقی جسے کہتے ہیں زندگی کچھ لوگ
یہی تو دشمنِ جاں ہے کسی کو کیا معلوم

وہ جس کے گھر کا زمانہ طواف کرتا ہے
دل اُس کیس کا مکاں ہے کسی کو کیا معلوم

بظاہر اشک کے موتی تو خوبصورت ہیں
جلگ سے خون رواں ہے کسی کو کیا معلوم

محببتوں میں غرض کے حصول سے آگے
عداوتوں کا کنواں ہے کسی کو کیا معلوم

یہاں پہ درد کی قیمت سوا ہے درماں سے
یہ اہلِ دل کا جہاں ہے کسی کو کیا معلوم

ہر ایک بات کا اظہار کیا ضروری ہے
نگاہ میں بھی زباں ہے کسی کو کیا معلوم

اثر کا جسم ہے دنیا میں سب ہی جانتے ہیں
اثر کی روح کہاں ہے کسی کو کیا معلوم



نظر خراب نہ کر

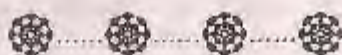
تو میری ماں بے اپنی نظر خراب نہ کر
چراغ دیکھ کے توہین آفتاب نہ کر
متاعِ زلیت حسینوں سے انتساب نہ کر
تو مشیتِ خاک پہ ضائع دُرِ شباب نہ کر
عبثِ پرانی عمارت پہ رنگ و روغن ہے
سفید بالوں پہ ہر گز یہ خضاب نہ کر
ہے بے حجابی میں شرمندگی سرِ محشر
حجاب کرنے میں میری بہن حجاب نہ کر

میں کسی قابل نہیں

باوجود علم قرب حق جسے حاصل نہیں
 عالم منزل تو ہے وہ بالغ منزل نہیں
 دفتر اہل محبت ہی میں وہ داخل نہیں
 وہ جو اُن کے حلقہء احباب میں شامل نہیں
 مشعل عشق و جنوں نے مجھ کو دکھائی ہے راہ
 صد مبارک بار میں دانا نہیں قابل نہیں
 اہل دل کے دل سے حیرا دل ہے بد دل کس قدر
 دل یہ کہتا ہے ترے پہلو میں شاید دل نہیں
 حضرت انسان نے وہ بار اٹھایا ہے جناب
 ہو سکے جس کے زمین و آسمان حامل نہیں
 ہم اگر مٹی کی شکلوں سے کریں صرف نظر
 خالق لیلیٰ کا ملنا پھر کوئی مشکل نہیں
 میری نظروں کو کرے خیرہ ستاروں کی چمک
 کیا مرے پیش نظر حسنِ مہرِ کامل نہیں

ناز اس پر ہے کسی مقبول سے منسوب ہوں
ورنہ میری کیا حقیقت میں کسی قابل نہیں

کس طرح دیکھے فنا فی اللہ کی منزل کا خواب
مرتبہ جس کو فنا فی الشیخ کا حاصل نہیں



حاصل بندگی

جس سے مجروح ہو اعتماد خواص
ایسی حرکت سرعام مت کیجئے

صورتِ مخضر میں ارتکابِ گناہ
اے اثر یہ غلط کام مت کیجئے

کم سے کم اپنے ظاہر کا رکھئے بھرم
گول ٹوپی کو بدنام مت کیجئے

حاصلِ بندگی اجتنابِ گناہ
کام یہ ہے کام مت کیجئے

طوفان لئے بیٹھے ہیں

دل میں جو عشق کا طوفان لئے بیٹھے ہیں
کوئی تو بات ہے ہونٹوں کو سینے بیٹھے ہیں

ہم تو دو گھونٹ بھی پینے کو ترستے ہیں یہاں
آپ میخانے کا میخانہ لئے بیٹھے ہیں

بیوی بچوں کی جدائی پہ نہیں آتا قرار
دوریء رب پہ مگر صبر کئے بیٹھے ہیں

اپنے اعمالِ قبیحہ کا صلہ ہم کو ملا
ہم مگر اوروں کو الزام دیئے بیٹھے ہیں

تختِ مشق ستم ہم جو بنے ہیں جگ میں
جرم یہ ہے کہ ترا نام لئے بیٹھے ہیں

جیتے جی مرنا کوئی اہل وفا سے سیکھے
خالقِ زیست پہ مرمر کے جھئے بیٹھے ہیں

نشہء جام و سبو عارضی ہوتا ہے اثر
جب ہی ساقی کی نگاہوں سے پیئے بیٹھے ہیں

وعدہ کرو

نہ تم اس سے کچھ بھی زیادہ کرو
فقط شیخ سے استفادہ کرو

کروں گا نہ آزاد آنکھوں کو اب
تم اس عزم کا پھر اعادہ کرو

ارادہ نہ ہونا ہی کافی نہیں
نہیں دیکھنے کا ارادہ کرو

کروں گا نہ خلاوت کو اپنی سیاہ
بھری بزم میں آج وعدہ کرو

نہیں ہے اگر دل میں خوفِ خدا
تو کچھ احترام لبادہ کرو

قدم سوائے منزل اٹھانا مگر
اثر پہلے تعین جادہ کرو



عہد شباب میں

قربان ہو جا پیر پر عہد شباب میں
کردے اضافہ عشق و محبت کے باب میں

گر شوق ہے تو بیٹھ کسی اہل دل کے پاس
ملا نہیں یہ دردِ محبت کتاب میں

دوزخ سے قبل مجرم عشق مجاز کو
جلنا پڑے گا آتشِ دل کے عذاب میں

اس خالقِ بہشت کو ناراض جو کرے
گزرے نہ اس کی زندگی کیونکر عذاب میں

مڑ مڑ کے دیکھتے ہیں وہ پردیس کی طرف
وہ شہ سوار پاؤں ہیں جن کے رکاب میں

اہلِ خرد بھی ہوش گنوا بیٹھتے آثر
ہوتا نہ گر وہ حسن کا خالقِ حجاب میں



کھٹک

گناہ وہ ہے ترے دل کو جو کھٹک جائے
 جسے تو کرنے سے پہلے ذرا جھجک جائے
 خیال ہو کہ کوئی دیکھ تو نہیں لے گا
 کسی کی پاؤں کی آہٹ سے بھی ٹھٹک جائے
 مجاہدات کی ہانڈی میں شے جو پک جائے
 پھر اس کی خوشبو بھلا کیوں نہ دور تک جائے
 چھپائی ہوئے مئے عشق کب تک جائے
 سرورِ قلب نگاہوں سے گر چھٹک جائے
 بہارِ عشقِ حقیقی وہ پا نہیں سکتا
 دیارِ عشقِ مجازی میں جو بھٹک جائے
 مجاز کے خس و خاشاک کو جلادے گی
 یہ آگِ عشقِ حقیقی کی گر بھڑک جائے



عقلمندی کا تقاضا

دل نہ پہلو سے نکلنے کی شکایت کرتے
کاش ہم لوگ نگاہوں کی حفاظت کرتے

بے وفائی کا گلہ سنگ سے کرنا ہے عبث
چلن مقصود تھا تو عشق بتاں مت کرتے

نفس کی آفت و شر سے جو بھی پاتے نجات
پھر مناسب تھا کہ اظہارِ شرافت کرتے

عقلمندی کا تقاضا بھی یہی تھا اے دوست
مرنے والوں پہ نہ مرنے کی حماقت کرتے

اب تو کچھ محسنِ اصلی کا کہا بھی مانو
اک زمانہ ہوا دشمن کی اطاعت کرتے

دیکھ لیتے وہ اگر جلوۂ جاناں کی بہار
میرے حالات پہ احباب نہ حیرت کرتے

تب کہیں جانِ تمنا کی رسائی ہوتی
زندگی خونِ تمنا سے عبارت کرتے

رحمتِ حق کی بہاریں کہ متوجہ ہوتیں
گر اثرِ آپِ معاصی کی نہ زحمت کرتے

شوقِ وصالِ یار

رکھا ہے ہم نے آپ کے غم کو سنبھال کر
سرور ہیں خوشی کا جنازہ نکال کر

شوقِ وصالِ یار لئے انتقال کر
دنیا کے چھوٹنے کا نہ ہر گز ملال کر

تجھ کو یقین ہے کہ تجھے ہوگی کل نصیب
رکھا ہے کام آج کا جو گل پہ مال کر

قلبِ معاشِ جتنی ہو اتنا ہی ذکرِ حق
منصف مزاج ہے تو ذرا اعتدال کر

ہوگا خدا کے قرب کا خورشید بھی طلوع
آفاقِ دل کو خونِ تمنا سے لال کر

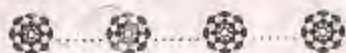
وے گا اثرِ خدا کی عدالت میں کیا جواب
خلوت میں اپنے دل سے کبھی تو سوال کر



مقامِ حضرت اقدس

خوش قربان کر کے مسکراتا چاہتا ہوں
 خدا کے راستے کا غم اٹھانا چاہتا ہوں
 نہیں احساس تک باقی رہے مٹنے کا مجھ کو
 میں اپنے آپ کو ایسا مٹانا چاہتا ہوں
 یہ ایں امید ایں جانب بھی ہو نظر کرم اب
 میں دل کو زخمِ حسرت سے سجانا چاہتا ہوں
 بھلا میں سیم و زر کی وادیوں کا کب ہوں طالب
 فقط تیری محبت کا خزانہ چاہتا ہوں
 بس اب پردیس کی تڑپیں سے اکتا گیا دل
 وطن کے واسطے بھی کچھ کمانا چاہتا ہوں
 غرض مجھ کو زمانے کے چراغوں سے نہیں ہے
 کہ میں خورشید سے نظریں ملانا چاہتا ہوں
 فنا کی مجھ پہ جس دن سے حقیقت کھل گئی ہے
 انا کے بت کو منہ کے بل گرانا چاہتا ہوں

لغت تعبیر سے عاجز نظر آتی ہے مجھ کو
 مقام حضرت اقدس بتانا چاہتا ہوں
 حکایت عشق لیلیٰ کی سنی ہوگی سبھی نے
 کرامت عشقِ مہوئی کی دکھانا چاہتا ہوں
 اثرِ حسنِ بتاں سے بے نیازی اس لئے ہے
 کسی جانِ ادا کے ناز اٹھانا چاہتا ہوں



رز لٹ آنے سے پہلے

اثرِ احمق ہے ایسا طالبِ علم
 جو شاداں ہو رز لٹ آنے سے پہلے
 کوئی پھر کس طرح خوشیاں منائے
 جنازہ قبر میں جانے سے پہلے

اب نہ لانا حسن ظاہر کا خیال

وقت ہے اُن کیلئے ان کے لئے
مگر نہیں فرصت تو محسن کے لئے

اب نہ لانا حسن ظاہر کا خیال
زہر قاتل ہے یہ باطن کے لئے

جس گھڑی میں رب خفا ہو وہ گھڑی
ہے بڑی منحوس مومن کے لئے

خلد کے بدلے کیا دنیا میں
تو نے گلشن کے عوض تنکے لئے

پھر وہی معشوق نکلا بے وفا
حضرت عاشق مرے جن کے لئے

چھوڑ دیں گے ہم کو تنہا قہر میں
چھوڑتے ہیں رب کو ہم جن کے لئے

نیکیاں تو چاہتے ہیں بے شمار
نام مولیٰ جب لئے رگن کے لئے

ہو گا جس دن بے سرو سامان تو
 ہے کوئی سامان اس دن کے لئے
 کیا دھڑلہ اے اثر لیلّاؤں میں
 چھوڑ دوں موٹی کو میں ان کے لئے



رسوانہ کیجئے

سب جانتے ہیں آپ تو چرچا نہ کیجئے
 ستاریت کا واسطہ رسوا نہ کیجئے
 بے شک عذاب دیئے پہ قدرت ہے آپ کو
 حلم و کرم دکھائیے ایسا نہ کیجئے

حقیقت

شیخِ کامل سے جو اجازت پاتا ہے
اکثر اسکا نفس اسے سمجھاتا ہے

آخر کوئی چیز تو ہوں میں بھی ورنہ
بر کوئی اعزاز یہ کیونکر پاتا ہے

لیکن میرے شیخ کا ارشاد ہے شیخ
حوصلہ افزائی بھی سمجھتی فرماتا ہے

چوری سے جب باز نہیں وہ آتا ہے
چور کو تھانے دار بنایا جاتا ہے

جب باقی ہے فیصلہ روزِ محشر کا
پھر آخر کس بات پہ تُو اتراتا ہے

ہوتا ہے اس وقت برا رب کے نزدیک
بندہ اپنی آنکھوں کو جب بھاتا ہے

اصل پتہ تو چلتا ہے اس وقت اثر
قبر میں جب انسان کو رکھا جاتا ہے

حسن انتخاب

کسی گناہ کو معمولی مت خیال کریں
کہ ہر گناہ میں ہی خاصیت عذاب کی ہے

ہے ہر گناہ سب دوسرے گناہوں کا
اسی لیے تو ضرورت بھی اجتناب کی ہے

مجھے ریاضت پیری کی عظمتیں تسلیم
مگر وہ بات کہ جو عالم شباب کی ہے

اسی لیے تو ستارے نظر سے اوجھل ہیں
شعاع شیشہء دل پر جو آفتاب کی ہے

کسی کی سمت نہ دیکھا ترے حصول کے بعد
یہی دلیل مرے حسن انتخاب کی ہے

ہے باغ اہل صفا میں ہمارے مرشد کی
وہ حیثیت جو چمن میں اثر گلاب کی ہے

حصولِ دولت دنیا مرا سوال نہیں
مجھے تو فکرِ اثرِ حشر میں جواب کی ہے

نماز پڑھنے سے کیوں بیر ہے

خلوص دل سے تو گر طالب معافی ہے
خطائے عمر گزشتہ کی یہ تلافی ہے

نماز پڑھنے سے کیوں بیر ہے تجھے اے دوست
یہ مسئلہ تو نہیں کوئی اختلافی ہے

بر اک کے پاس تو جاتا ہے علم کی خاطر
اثر مرید ہے تو یا کوئی صحافی ہے

زمانے بھر کے مشائخ سے تجھ کو کیا مطلب
کہ تیرا پیر تری تربیت کو کافی ہے

ظہور کشف و کرامات کی حقیقت کیا
روسلوک کے بچوں کے حق میں ثانی ہے

بلا نکاح کئے طے کیا ہے راہ سلوک
کہ میر اپنے زمانے کا بشر حافی ہے



جناب سید عشرت جمیل میر صاحب دامت برکاتہم

محبت عام کرنا چاہتا ہوں

اپنے مولیٰ کی محبت عام کرنا چاہتا ہوں
گرچہ ادنیٰ ہوں پر اعلیٰ کام کرنا چاہتا ہوں

دنیا میں محنت مشقت کر رہا ہوں اس لئے میں
جنت الفردوس میں آرام کرنا چاہتا ہوں

مجھ پہ اک ذات حقیقی کی حقیقت کھل رہی ہے
نکلنے نکلنے اب بہت اوبہام کرنا چاہتا ہوں

چشم و دل نطق و سماعت روح کا پہرہ ہے سب پر
نفس کے ہر وار کو ناکام کرنا چاہتا ہوں

دوسروں سے کیا کروں شکوہ شکایت بے رخی کی
خود کو ہی اب موردِ اِثرام کرنا چاہتا ہوں

اہل دنیا سے مجھے کوئی توقع کس لئے ہو
حاصل اپنے رب سے ہی انعام کرنا چاہتا ہوں



رہبرِ کامل کے بارے میں

میں اتنا جانتا ہوں رہبرِ کامل کے بارے میں
کہ اہلِ کارواں ہیں مطمئنِ منزل کے بارے میں

بصیرتِ اہلِ دل کو خالقِ دل ایسی دیتا ہے
بتا دیتے ہیں چہرہ دیکھ کر وہ دل کے بارے میں

ہمارے فکر کی پرواز وقفِ دفترِ دنیا
نہیں سوچا تو قبر و حشر کی فائل کے بارے میں

سکونِ دل تو چاہے گر تو ہر گز گفتگو مت کر
کسی رخسار کے رخ پر کسی کے تل کے بارے میں

ذرا خوش رنگِ حسی دیکھی پانی منہ میں بھر آیا
ہماری عقل پر پردہ ہے آب و گل کے بارے میں

بس ایک مشکل کشا سے عرضِ کردو مدعا اپنا
کسی سے تذکرہ بھی مت کرو مشکل کے بارے میں

آثرِ گورِ غریباں مجھ کو آئینہ دیکھاتا ہے
میں جب بھی سوچتا ہوں اپنے مستقبل کے بارے میں

اعلانِ درِ دل

اے خدا باخدا کچھ نہیں
دل میں تیرے سوا کچھ نہیں

درِ دل کا یہ اعلان ہے
درِ دل کی دوا کچھ نہیں

ہم کو دنیا ہی مرغوب ہے
ورنہ جنت میں کیا کچھ نہیں

آپ اپنا بنا لیجئے
اور میری دعا کچھ نہیں



امانت

شکھ معاصی میں مل نہیں سکتا
پھول صحرا میں کھل نہیں سکتا

میرے مالک کی یہ امانت ہے
دے میں اوروں کو دل نہیں سکتا

طریق اولیاء

طریق اولیاء ہے یہ ولایت کی نشانی ہے
محبت بائنا اہل محبت کی نشانی ہے

مقابل شیخ کے بیباک ہو جانا نہیں اچھا
ترا مرعوب ہو جانا ہی عظمت کی نشانی ہے

پس پردہ نظر آتا ہے ہر ہر شے میں اک مجوب
تمام عالم مرے مولیٰ کی قدرت کی نشانی ہے

کسی پر آئے غصہ جب رہے پھر یاد لاتقضب
یہی مومن کا ہے مذہب یہ نسبت کی نشانی ہے

یہ ناقص عقل والی عقل کامل کو اڑاتی ہیں
فدا ہونا حسینوں پر حماقت کی نشانی ہے

جو قابل ہیں وہ اپنے آپ کو قابل نہیں کہتے
لیاقت کا چھپانا ہی لیاقت کی نشانی ہے

کوئی خوش قامت آئے گر تو ہو پہرہ نگاہوں پر
یہی تو سب سے بڑھ کر استقامت کی نشانی ہے

نوافل اور وظائف کی جو کثرت ہے سر آنکھوں پر
مگر ترک معاصی ہی ولایت کی نشانی ہے

میں ہر ہر سانس اپنی آرزو کا خون کرتا ہوں
یہ میرے جذبہ شوق شہادت کی نشانی ہے

تراہر ہر بیاں اک ایک مضمون اور ہر ملفوظ
فصاحت کی علامت ہے بلاغت کی نشانی ہے

جواک ذرہ مثالِ مہر ہے دنیا کی آنکھوں میں
یہ شیخِ وقت کی چشمِ عنایت کی نشانی ہے

کسی کو ذکر بتلایا نہ استعداد سے بڑھ کر
ترا اندازِ حکمت خود بصیرت کی نشانی ہے

آثرِ اعمالِ ظاہر کا اثر پڑتا ہے باطن پر
نگاہوں کا وضو دل کی طہارت کی نشانی ہے



کسی کو نیکیوں کی دھن کوئی مولیٰ کا طالب ہے
کہیں پر عقلِ حاوی ہے کہیں پر عشقِ غالب ہے

گو نشیند با حضور اولیاء

جس کو یہ آرزو ہو کہ بیٹھے خدا کے ساتھ
اس کو یہ چاہئے کہ رہے اولیاء کے ساتھ

کھانا ہے زہر بھی وہ مقوی غذا کے ساتھ
عادی ہے جو گناہ کا ذکر خدا کے ساتھ

اصحاب کو نجوم ہدایت کہیں نہ کیوں
گزری جب انکی زندگی شمس الضحیٰ ﷺ کے ساتھ

دی نسبتِ اولیں کی سرکار ﷺ نے خبر
خوشبو یمن سے آئی جو بادِ صبا کے ساتھ

صدیق کے جو ساتھی ہیں اقطاب کیوں نہ ہوں
اصحاب بنتے ہیں جو رہیں انبیاء کے ساتھ

ہیں مرتبے میں درجہ احساں سے بھی بلند
ہر حال میں جو رہتے ہیں صبر و رضا کے ساتھ

ہر جاہلیت کے زہر کا تریاق ہے یہی
کچھ دن تو رہ کے دیکھ لو اہل وفا کے ساتھ

اپنی عطا کی بارشیں کردے مرے کریم
حاضر ہوں ترے در پہ ہجومِ خطا کے ساتھ

طوفان کے رخ کو موڑنا انکا مذاق ہے
چلتے نہیں ہیں اہلِ محبت ہوا کے ساتھ

کارِ جہاں محال ہے اسباب کے بغیر
عزمِ دوا بھی چاہئے حرفِ دعا کے ساتھ

مردوں کی خود ہی شرم سے آنکھیں نہ اٹھ سکیں
بہنیں اگر حجاب سے نکلیں حیا کے ساتھ

باغِ روہِ سلوک میں ممکن نہیں اثر
حاصلِ فنا کا پھول ہو خارِ انا کے ساتھ



قطعہ

بیٹھے بٹھائے خود کو نہ دل گیر کیجئے
رختِ سفر تو باندھیئے تدبیر کیجئے

منزل نہ مل سکے گی بلا پیروی کے
لاکھ اسوۂ رسول ﷺ پہ تقریر کیجئے

نظر کی کرامت

حسنِ بتاں سے خود کو بہت دور کر دیا
مجھ کو خدا کے عشق نے مجبور کر دیا

آنکھوں نے دی گواہی وتغز من تشاء
گناہ ہونے والوں کو مشہور کر دیا

اے دوست انکی راہ کا غم بھی عجیب ہے
جس نے غمِ حیات کو کافور کر دیا

بے کیف ہو گیا تھا تغافل سے دل مگر
ذکرِ خدائے پاک نے سرور کر دیا

صرف نظر کیا تو حسینوں نے یوں کہا
کیا شے ہے جس نے آپ کو مغرور کر دیا

بعد از گناہ مرہمِ توبہ نہ رکھ سکے
یوں اپنے زخمِ روح کو ناسور کر دیا

اپنی طرف بتوں نے بلایا بہت مگر
حکمِ خدا سے شیشہء دل چور کر دیا

ساتی کی اک نظر کی کرامت تو دیکھئے
 دل کو شراب عشق سے مخمور کر دیا
 روحانیت پہ موت برس جائے گی اثر
 گر نفس کا مطالبہ منظور کر دیا

تو کیا اللہ کا بندہ نہیں ہے

جہاں میں عشق سا دھندہ نہیں ہے
 کہ اس بیوپار میں مندہ نہیں ہے
 نہ کی اصلاح اپنے حال کی گر
 تو مستقبل درخشندہ نہیں ہے

غلام نفس سے پوچھے تو کوئی
 تو کیا اللہ کا بندہ نہیں ہے

جو اپنی پارسائی پر ہے نازاں
 تو اس جیسا کوئی گندا نہیں ہے

مری نیند اڑ گئی

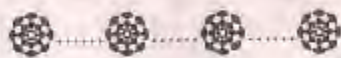
آیا ترا خیال مری نیند اڑ گئی
اے پیکر جمال مری نیند اڑ گئی

ہے عشق کا کمال مری نیند اڑ گئی
رکھا نہ اعتدال مری نیند اڑ گئی

راتوں کو اب تو جاگنا مشکل نہیں رہا
سونے کا کیا سوال مری نیند اڑ گئی

میں ہوں تصورات کے ان رتجگوں میں خوش
اس کا نہیں ملال مری نیند اڑ گئی

جس دن سے تیرے غم کا خزانہ مجھے ملا
ایسا ہوا نہال مری نیند اڑ گئی



اسی پر درگزر فرمادے ربِّ ذوالکرم مجھ سے
کہ تیرے نیک بندے نے کیا ہے حسن ظن مجھ سے

نصیحت

یاد رکھنا یہ نصیحت دیکھنا غفلت نہ ہو
ورنہ پھر روز جزا نخلت نہ ہو حسرت نہ ہو

خود کو ہم مصروف رکھیں اسقدر طاعات میں
نفس و شیطان کیلئے ہم کو ذرا فرصت نہ ہو

باوجود روشنی گاڑی رکے ایندھن بکفیر
فیض کیا پہنچے جہاں پر علم ہو صحبت نہ ہو

فکر ہو جائے جو اپنی ذات کی اصلاح کی
دوسروں پر تہرہ تہمت نہ ہو غیبت نہ ہو

خالق گلشن اگر اپنی نگاہیں پھیر لے
گل نہ ہو خوشبو نہ ہو رنگت نہ ہو کھبت نہ ہو

آبشار نور سنت اس قدر برسائے
راہ حق میں دور تک تاریکی بدعت نہ ہو

حاکم اعلیٰ بھی ہیں وہ اور حکیم بے مثال
غیر ممکن ہے کہ انکے حکم میں حکمت نہ ہو

نفس و شیطان کے محاذِ جنگ پر ڈٹ کر تو دیکھ
غیر ممکن ہے جہانِ غیب سے نصرت نہ ہو

خوش گمانِ آب و گل ہو بد گمانِ اہلِ دل
آدی سب کچھ ہو لیکن اتنا بد قسمت نہ ہو

باوجود شیخِ کامل تزکیہ ممکن نہیں
جب تک ان کی مشیتِ فضل اور رحمت نہ ہو

غائبانہ ذکرِ مرشد سے بھلا سیری کہاں
بندۂ ناچیز جب تک حاضرِ خدمت نہ ہو

کس طرح روشن ہو پھر حمامِ تقویٰ اے اثر
نفس میں موجود جب تک آتشِ شہوت نہ ہو



خون کا سمندر

جگر زخمی ہے سینہ زہرِ فخر لے کے آیا ہوں
میں تیرے واسطے اک قلبِ مضطرب لے کے آیا ہوں

بیالہ خم نہیں نہریں نہیں دریا نہیں یارب
ترے دربار میں خون کا سمندر لے کے آیا ہوں

غذائے اولیاء

یہی تو مقتضائے اولیاء ہے
 غم تقویٰ غذائے اولیاء ہے

معاصی کا گزر ممکن ہو کیونکر
 کہ غفلت بھی خطائے اولیاء ہے

رکھیں ہر سانس اپنے رب کو راضی
 یہی تو منتہائے اولیاء ہے

ہماری جاں تصدق اہل دل پر
 ہمارا دل فدائے اولیاء ہے

وہاں پائے گا انعام شفاعت
 یہاں جو آشنائے اولیاء ہے

مرنا خدا کے عاشقوں میں
 مرا جینا برائے اولیاء ہے

یقیناً منزلِ مولیٰ ملے گی
 کہ ہاتھوں میں ردائے اولیاء ہے

مری پرواز کا کیا پوچھتے ہو
مجھے حاصل فضائے اولیاء ہے

ولایت ہے بڑے لوگوں کا منصب
اثر تو خاک پائے اولیاء ہے

زہے قسمت میں اس کا مقتدی ہوں
اثر جو مقتدائے اولیاء ہے



قطعہ

جو پروے سے رہائی دے رہا ہے
وہ دوسرے بے حیائی دے رہا ہے
کہیں مشرق کو لے ڈوبے نہ مغرب
مجھے ایسا دکھائی دے رہا ہے

قلب کا قبلہ

دل ہی پہلو میں مچل جائے تو پھر
قلب کا قبلہ بدل جائے تو پھر

وسعت نظری سر آنکھوں پر مگر
آدی حد سے نکل جائے تو پھر

خوش گمانی نفس سے جائز نہیں
آستیں میں سانپ پل جائے تو پھر

فرض ہے جائے سحاصی سے فرار
ہاتھی کیچڑ میں پھسل جائے تو پھر

ایک چنگاری کو کم مت جانے
بڑھتے بڑھتے گھر ہی جل جائے تو پھر



دل کو توڑ دیتے ہیں

جو اہل دل ہیں گناہوں کو چھوڑ دیتے ہیں
خدا کا حکم نہیں دل کو توڑ دیتے ہیں

مرد قرب خدا کی جنہیں تمنا ہے
شراب خون تمنا نچوڑ دیتے ہیں

ثنائے خلق کی دولت انہیں کو ملتی ہے
جو اپنا رابطہ خالق سے جوڑ دیتے ہیں

وہ جن کی روح کو حاصل ہوئی قوی نسبت
ہوائے نفس کی گردن مروڑ دیتے ہیں

جنہیں عزیز ہے تحصیل اک گل تر کی
وہ اب بھی سارے گلستاں کو چھوڑ دیتے ہیں

وہی ہیں عکس جمال حبیب کے منظر
اثر جو آئینہ دل کو توڑ دیتے ہیں



حاجِ کرام سے خطاب

کسی اللہ والے سے تعلق جب نہیں ہوتا
تو کعبے میں بھی بندہ آشنائے رب نہیں ہوتا

وہ بیت الرب کے چکر تو لگاتا ہے مگر اے دوست
بوجہ فسق رب البیت کا اقرب نہیں ہوتا

وہ صالح بن نہیں سکتا کبھی الحاج ہو کر بھی
جسے اصلاح سے اپنی کوئی مطلب نہیں ہوتا

جو رویا ملتزم پر تھا وہ بنتا ہے گناہوں میں
جو حاجی بن کے آیا ہے ولی کیوں اب نہیں ہوتا

عرب میں متقی تھا جب عجم میں کیا ہوا ہے اب
جگہ ہے کوئی ایسی بھی جہاں پر رب نہیں ہوتا

وہاں شیطان کو مارا یہاں پر نفس کو ماریں
جہادِ نفس دنیا میں کہاں اور کب نہیں ہوتا

امیدِ مغفرت پر جراتِ عصیاں حماقت ہے
شریف النفس بندوں کا تو یہ مشرب نہیں ہوتا

وہ خالق ہے خوشی کا جو اسے ناراض کرتا ہے
وہ زندہ دل نہیں ہوتا وہ خندہ لب نہیں ہوتا

کریں خود نیکیاں اور دوسروں کو بھی بنائیں نیک
جو اوروں کو پلاتا ہے وہ تشنہ لب نہیں ہوتا

زیارت اپنے گھر کی اب اثر کو بھی کراہی دے
کروں کیا مجھ سے جب برداشت ہی یار نہیں ہوتا



میرے آقا ﷺ کا ہے ارشاد وصیت کیلئے
موت کا دھیان ہی کافی ہے نصیحت کیلئے

دنیا مرے آگے

جس دن سے کھلی عظمتِ عقیقی مرے آگے
اک سائے کی مانند ہے دنیا مرے آگے

ہے جب سے ترے حسن کا جلوہ مرے آگے
کیا کیجئے کوئی نہیں چچتا مرے آگے

اب نفس کی خواہش پہ بھلا کیسی توجہ
ہر آن ہے جب مرضی موٹی مرے آگے

میں جان ہتھیلی پہ لئے ان پہ فدا ہوں
پھر ترکِ معاصی ہے بھلا کیا مرے آگے

کب تک تو مری آنکھ سے او جھل ہی رہے گا
اک بار تو اے جان جہاں آمرے آئے

واقف ہوں ترے ضعف سے اے دلہنِ فانی
لے راہ نہ اٹھکھیلیاں دکھلا مرے آگے

اس جانِ تمنا پہ مری جان فدا ہے
کیا چیز ہے اب خونِ تمنا مرے آگے

اب کیا مری آنکھوں میں رہے حسن کی قیمت
رکھا ہے ترے عشق کا سودا مرے آگے

آنکھوں میں سایا ہے یہاں حسن کا خالق
مٹی کے کھلونوں کو نہ بکھرا مرے آگے

محبوب ہوں میں اپنے گناہوں کی بدولت
موجود ہے وہ جان تمنا مرے آگے

اک خضر سی صورت پہ ہے انگشتِ فرائی
اٹھا ہے تقدس کا جنازہ مرے آگے

کہتے ہیں جسے شک چمن حاصل گلشن
ہر وقت ہے وہ پھول سا چہرہ مرے آگے



کسی اللہ والے کا جو دامن ہاتھ آجائے
تو اک گل ہی نہیں گلشن کا گلشن ہاتھ آجائے

خود ہی منزل نے پکارا ہے طلب گاروں کو

اہلِ دل دل سے لگاتے ہیں ترے خاروں کو
گل و گلزار سمجھتے ہیں وہ انگاروں کو

حق پرستی کے لئے جاں سے گزر جاتے ہیں
تو نے دیکھا ہی نہیں حق کے پرستاروں کو

دین پہ چلنا ہے یوں رہبرِ کامل کے بغیر
جیسے رکھتا ہو کوئی ہاتھ میں انگاروں کو

قابلِ پیار ہیں بس پیارے نبی ﷺ کے پیرو
پیار سے کوئی بتائے تو میرے پیاروں کو

تو ہی بتلا کہ تیرے بندے کہاں جائیں گے
تو اگر منہ نہ لگائے گا خطا کاروں کو

اہلِ دل ہم کو حقارت سے نہیں دیکھتے ہیں
قابلِ رحم سمجھتے ہیں گناہگاروں کو

دین کی بات سمجھ میں نہیں آتی ہے انہیں
صرف دنیا سے سروکار ہے بیچاروں کو

عشقِ مولیٰ سے بدل جائے گا عشقِ لیلیٰ
 رشکِ رومی جو ملے عشق کے بیماروں کو

جان دے دیں گے مگر ساتھ نہیں چھوڑیں گے
 بے وفائی نہیں آتی ہے وفاداروں کو

ہے خردمند تو خود اپنے گریبان میں جھانک
 آئینہ یوں نہ دکھائے آئینہ برداروں کو

اس کو کہتے ہیں اثرِ صدقِ طلب کا اعجاز
 خود ہی منزل نے پکارا ہے طلبِ گاروں کو



جو ایک آہ بھی اپنی قبول ہو جائے
 تمام عمر کی محنت وصول ہو جائے

زندگی چین سے گزارے گا

خواہشِ نفس کو جو مارے گا
زندگی چین سے گزارے گا

اس کی دنیا بھی دلنشین ہوگی
اپنی عقیقی کو جو سنوارے گا

اس پہ بندے نہ کیوں فدا ہوئے
جان اللہ پر جو وارے گا

اس سے دریافت کرنا شانِ اپنی
جو تجھے تیر میں اتارے گا



جستوئے راہِ طلب

تو جستوئے راہِ طلب دوست لاکھ کر
لیکن ذرا قدم کو بڑھا دیکھ داکھ کر

ہر سمت روشنی ہی نظر آئے گی تجھے
گر خونِ آرزو کو جلا کر کے راکھ کر

عشق کی کرامت

علم سے نہ حکمت سے زور سے نہ طاقت سے
عقل دل کے تابع ہے عشق کی کرامت سے

دل خدا کا گھر ہے جب دل میں غیر آئے کیوں
دل کو دل بنانا ہے اہل دل کی صحبت سے

اکت نظر نے ساقی کی کیا سے کیا کیا مجھ کو
میں خود اپنی حالت کو دیکھتا ہوں حیرت سے

پائے گا یقیناً وہ قرب رب کعبہ کا
شیخ کو جو دیکھے گا اک نظر محبت سے

جس کو شوق ہو بیٹھے عاشقانِ حق کے پاس
عشقِ حق تو ملتا ہے عاشقوں کی صحبت سے

معرفت کی کانیں تو اہل معرفت ہی ہیں
معرفت نہیں ملتی کثرتِ عبادت سے

لفظ خود صحابی کا ہے اثرِ دلیل اس کی
دین جگ میں پھیلا ہے اہل دیں کی صحبت سے

حُب شیخ کی نعمت اے اثرِ زہے قسمت
دل میں بس گنی صورتِ مستقل زیارت سے

پلٹ کر نہیں دیکھا

زنجیر روایات سے کٹ کر نہیں دیکھا
اسلاف کی دہلیز سے ہٹ کر نہیں دیکھا

جس دن سے اٹھایا ہے قدم جانب منزل
صد شکر کبھی ہم نے پلٹ کر نہیں دیکھا

ہر آن رہی پیش نظر اپنی، ہی صورت
ہم نے کبھی آئینہ پلٹ کر نہیں دیکھا

کیا جانے بھلا لذت فریاد مسلسل
جس نے تری چو گھٹ سے چمٹ کر نہیں دیکھا

وہ جیب و گریباں کو گرے چاک بھی کیسے
جس نے ترے دامن سے لپٹ کر نہیں دیکھا

ورنہ تو ہمیں ڈھونڈنے منزل چلی آتی
ہم نے ہی اثر راہ میں ڈٹ کر نہیں دیکھا



قربِ خدا کا جام

حقیقت میں وہی قربِ خدا کا جام لیتا ہے
کسی اللہ والے کا جو دامنِ تھام لیتا ہے

تو اسکی کیفیت پر اہلِ عشرت رشک کرتے ہیں
جو اپنے دل میں لطفِ حسرتِ ناکام لیتا ہے

فدا کرتا ہے مولیٰ پر جو آنکھوں کی مٹھاس اپنی
حلاوت کا وہ اپنے قلب میں انعام لیتا ہے

خدا نے جب بلایا تھا بتوں کے پاس جاتا تھا
بتوں نے جب ستایا تو خدا کا نام لیتا ہے

گزرتا ہے دیارِ حسن سے جب عشق کا مارا
تو دل پر چوٹ لگتی ہے جگر کو تھام لیتا ہے

کسی محبوبِ فانی کو نہیں دیتا ہے دل اپنا
اثر اس باب میں ہوش و خرد سے کام لیتا ہے



فتح و ظفر کا دروازہ

جو تجھ کو دوست بنائے گا فیل بان تو پھر
وسیع خود ہی کرے گا وہ گھر کا دروازہ

ہو جن کے دل میں خزانہ خدا کی قربت کا
وہ بند رکھتے ہیں اپنی نظر کا دروازہ

در سلوک متنب ہے صرف ان کے لئے
جو کھولتے ہیں اثر کا گھر کا دروازہ

دل فقیر مکانِ خدا کے بزر ہے اب
کھلے کھلے نہ کھلے مال و بذر کا دروازہ

عجیب کیف کا عالم ہے خانہ دل میں
کھلا ہے جب سے مری چشم تر کا دروازہ

رہے جو جہد مسلسل کا بن کے خوگر تو
کھلے گا ایک دن فتح و ظفر کا دروازہ

نصیحتیں تو شب و روز سن رہا ہے مگر
اثر پہ بند ہے شاید اثر کا دروازہ

جذب پنہاں

حقیقت ہے وہی رہبر و خوشی منزل کی پاتا ہے
جو ساری عمر ان کے راستے کا غم اٹھاتا ہے

اُدھر بندہ جو اک بالشت بھی خود کو بڑھاتا ہے
اُدھر مولیٰ بھی خود اک باہ پھر نزدیک آتا ہے

اُدھر بندہ اگر ان کی طلب میں چل کے جاتا ہے
اُدھر سے دوز کے مالک بھی اس کی سمت آتا ہے

جو بندہ دوز کر اپنے خدا کی سمت جاتا ہے
خدا آغوشِ رحمت میں اسے بڑھ کر اٹھاتا ہے

ترقی اور جب کرتا ہے بندہ پھر تو وہ مالک
خود اس کے ہاتھ پاؤں کان آنکھیں بنتا جاتا ہے

مجھے لگتا ہے شاید جذبِ پنہاں اس کو کہتے ہیں
وہ اتنے یاد آتے ہیں اثرِ جتنا بھلاتا ہے



کلیجہ منہ کو آتا ہے

کوئی عاشق مزاج اپنی نظر کو جب بچاتا ہے
تو آہستہ دل پہ چلتے ہیں کلیجہ منہ کو آتا ہے

وہ محبوب کے توقید خانے بھی احب ہیں دوست
تو انکے راستے کے پیچ و خم سے کیا ڈراتا ہے

یہ باتا راہ حق میں غم تو آتے ہیں پر عاشق کو
تجلی جب نظر آتی ہے ہر غم بھول جاتا ہے

اگر ہے عشق کا دعویٰ تو پھر دل بھی بڑا رکھنا
کہ ہر محبوب اپنے عاشقوں کو آرماتا ہے

فقد اذنتہ بالحرب کا اعلان بھی سن لے
کسی اللہ والے کا جو کوئی دل دکھاتا ہے

کبھی محبوب کا شکوہ زباں پر لا نہیں سکتا
کہ عاشق تو ہمیشہ زخم کھا کر مسکراتا ہے

زہے قسمت کہ انکی یاد ایسی بس گئی دل میں
آثر بھولے سے بھی انکو بھلانا بھول جاتا ہے

۔ اشارہ اس حدیث قدسی کی طرف ہے جس میں اعلان باری ہے "جو میرے دل سے
عداوت رکھے اس سے میرا اعلان جنگ ہے۔"

منظوماتِ جہاد

خدا کا حکم مسلمان ہو کے توڑ دیا
جہاد جسے فریضے کو ہم نے چھوڑ دیا

جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً

ترجمہ: حق آگیا اور باطل گیا گزرا ہوا بے شک باطل چیز یونہی آتی
جاتی رہتی ہے

رب نے کیا قرآن میں نازل ان الباطل کان زهوقاً
جانتے ہیں یہ سارے عاقل ان الباطل کان زهوقاً
باطل تو ہوتا ہے بزدل ان الباطل کان زهوقاً

جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً

بے تاب اب تو خون شہداء رنگ اپنالانے کے لئے ہے
دنیا میں اسلام کا پرچم ہر سو لہرانے کے لئے ہے
حق بے شک آنے کے لئے ہے اور باطل جانے کے لئے ہے

جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً

عرش کا مالک فرش زمیں پر طوفاں کا رخ موڑ رہا ہے
کبر و غرور کا پیکر اب تو اپنا ہی سر پھوڑ رہا ہے
باطل اب دم توڑ رہا ہے بزدل میدان چھوڑ رہا ہے

جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً

آج نہیں تو کل یہ کافر اپنے کئے پر نادم ہوں گے
 آج جو ہیں مخدوم زمانہ کل کو ہمارے خادم ہوں گے
 دین محمد ﷺ کے یہ سپاہی سارے جہاں پر حاکم ہوں گے

جاء الحق وزهق الباطل إن الباطل كان زهوقاً

دین حق پر جان جو دے گا اس کا رتبہ اعلیٰ ہو گا
 سکے اب دنیا میں رائج دین محمد ﷺ والا ہو گا
 باطل کا منہ کالا ہو گا حق کا بول سی بالا ہو گا

جاء الحق وزهق الباطل إن الباطل كان زهوقاً



مجاہد کی طرف ترچھی نظر سے دیکھنے والو

خود اپنی آنکھ کا تنکا نظر آتا نہیں تم کو
اگرچہ دیکھتے ہو دوسروں کی آنکھ کا شہتیر
مگر کردار خود اپنا ہی شر ماتا نہیں تم کو
تمہاری بربریت نے مجھے مجبور کر ڈالا
وگرنہ آئینہ بر گز میں دکھلاتا نہیں تم کو

مجاہد کی طرف ترچھی نظر سے دیکھنے والو

تم ایسے گیدڑ و بزدل کو یہ جرات ہوئی کیسے
تمہیں تو خوف آتا ہے اہل کے تذکرے سے بھی
تمہیں پھر موت سے ٹکرانے کی ہمت ہوئی کیسے
تمہارا جسم تو سب سود کا مرہون منت ہے
تمہیں مردار کھانے سے بھلا فرصت ہوئی کیسے

مجاہد کی طرف ترچھی نظر سے دیکھنے والو

کبھی اپنے گریبانوں میں بھی منہ ڈال کر دیکھو
کہ حریت پسندوں کو تو دہشت گرد کہتے ہو
کبھی ہیرو شا و ناگاساکی کا بھی شر دیکھو
بظاہر دعویٰ ہمدردی مظلوم ہے لیکن
ذرا بوسینیا کی سمت بھی تو اک نظر دیکھو

مجاہد کی طرف ترچھی نظر سے دیکھنے والو

تمہیں کشمیر کا ہندو دکھائی کیوں نہیں دیتا
 تمہیں کیا بابرؒ کی مسجد کے ڈھانے کا نہیں ہے علم
 تمہارا عدل ایسے میں دہائی کیوں نہیں دیتا
 تمہیں معلوم ہے کیا کچھ ہوا ارضِ فلسطین پر
 تمہیں یہ نوحہؒ مسلم سنائی کیوں نہیں دیتا

مجاہد کی طرف ترچھی نظر سے دیکھنے والو

مجھے لگتا ہے مشکل وقت اب کے تم پہ آیا ہے
 تمہاری جارحیت خود تمہیں برباد کر دے گی
 کہ تم نے بے گنہ انسانیت کا خوں بہایا ہے
 خدا نے چاہا تو یہ بھی پتہ چل جائیگا اک دن
 کہ تم نے ضیغم خواہیدہ کو آخر جگایا ہے

مجاہد کی طرف ترچھی نظر سے دیکھنے والو

تم اس حملے سے خود ہی گر گئے سب کی نگاہوں سے
 تمہارے ورلڈ آڈر کا بھرم بھی کھل گیا ہے اب
 کہ اہل عقل واقف ہو گئے ہیں خیر خواہوں سے
 تمہارے ظلم کی دیوار بس گرنے ہی والی ہے
 ہٹا دیجئے تمہیں اب عنقریب ہم اپنی راہوں سے

اگر اب بھی نہیں جاگے تو کب جاگیں گے دیوانے

کیا ہے ظلم کا بازار پھر سے گرم رشیہ نے
لگا ہے بے کسوں پر ایٹمی ہتھیار برسانے
مگر چپ سادھ رکھی ہے مظالم پر بھی دنیا نے
زبانِ حال سے فریاد کی اہل مچھیا نے

اگر اب بھی نہیں جاگے تو کب جاگیں گے دیوانے

سبق سیکھا نہیں افغان سے روسی دہندوں نے
کیا تھا ناطقہ جب بند حریت پسندوں نے
بڑی طاقت کو ٹکڑے کر دیا اللہ کے بندوں نے
جو رسوائے زمانہ ہے ذرا اوقات پہچانے

اگر اب بھی نہیں جاگے تو کب جاگیں گے دیوانے

وہی جو ساری دنیا کے مسائل حل کراتے ہیں
زمانے بھر کے مظلوموں سے ہمدردی جتاتے ہیں
مچھیا کیلئے وہ کیوں نہیں آواز اٹھاتے ہیں
بظاہر آشنائی ہے حقیقت میں ہیں بیگانے

اگر اب بھی نہیں جاگے تو کب جاگیں گے دیوانے

وہ اسرائیل ہے لبنان پر حملے کراتا ہے
 یہ عیسائی ہے انڈونیشیا پر ظلم ڈھاتا ہے
 ادھر ان سب کا آقا دور بیٹھا مسکراتا ہے
 ہماری عقل سے پردہ ہٹے گا کب خدا جانے

اگر اب بھی نہیں جاگے تو کب جاگیں گے دیوانے

پڑوسی ملک نے کشمیر پر قبضہ جمایا ہے
 ہزاروں بے گناہوں کا وہاں پر خون بہایا ہے
 مگر اس بھیڑ پر اک بھیڑیے ظالم کا سایہ ہے
 گرائی بابر کی مسجد بنائے ہیں صنم خانے

اگر اب بھی نہیں جاگے تو کب جاگیں گے دیوانے



ہم وادی کشمیر کا سودا نہ کریں گے

کٹ جائیں گے پر دین کو بیچا نہ کریں گے
مر جائیں گے ایمان کا سودا نہ کریں گے
دیوانے ہیں سمجھانے سے سمجھا نہ کریں گے
پردانے ہیں ہم جان کی پروا نہ کریں گے

اب کچھ بھی ہو اقدام دلیرانہ کریں گے
ہم وادی کشمیر کا سودا نہ کریں گے

ڈھاتے ہیں نہتوں پہ جہاں ظلم و ستم لوگ
ہر روز اٹھاتے ہیں شہیدوں کے علم لوگ
حق گوئی کا پر ساتھ دیا کرتے ہیں کم لوگ
اب عقل کی وادی سے نکل آئے ہیں ہم لوگ

اب خود کو رہ شوق میں دیوانہ کریں گے
ہم وادی کشمیر کا سودا نہ کریں گے

جاں خالق جاں پر ہیں فدا کرنے کو تیار
دیوانے ہیں۔ لیلائے شہادت کے طلبگار
ڈھا دیں گے بہت جلد ترے ظلم کی دیوار
ہم غزنوی، محمود کے پیرو ہیں خبردار

برباد پھر ہندو کا صنم خانہ کریں گے
ہم وادی کشمیر کا سودا نہ کریں گے

مرعوب نہ ہوں گے کبھی ایٹم سے عدد سے
ملتی ہے ہمیں فتح فرشتوں کی رسد سے
سرشار ہیں ہم نعرۃ اللہ الصمد سے
بیزار ہیں ہم لوگ یہودی کی مدد سے

اب ہم کسی مردے کو مسیحا نہ کریں گے
ہم وادی کشمیر کا سودا نہ کریں گے

باتوں سے نہیں مانتے لاتوں کے کبھی بھوت
کیا عقل ہو جس قوم کا مذہب ہو فقط چھوت
حرکت میں جو آ جائے ادھر عالم ملکوت
فوراً ہی اتر جائے گا طاقت کا ادھر بھوت

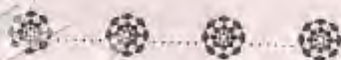
یوں بھاگیں گے کہ نزد کے بھی دیکھا نہ کریں گے
ہم وادی کشمیر کا سودا نہ کریں گے

ہاں قوتِ طاغوت ترے سنگ رہے گی
لیکن یہ زمین تجھ پہ بہت تنگ رہے گی
کب تک تری ہٹ دھرمی بے ڈھنگ رہے گی
آزادی کشمیر تنگ جنگ رہے گی

جہوں میں جمود اب تو گوارا نہ کریں گے
ہم وادی کشمیر کا سودا نہ کریں گے

سر جائے تو سر جائے ہمیں اس کا نہیں غم
 کٹ جائے تو کٹ جائے مگر ہو گا نہیں خم
 اب سر سے کفن باندھ کے نکلے ہیں اثر ہم
 جب تک کہ نہ لہرائے گا دہلی پہ یہ پرچم

اس وقت تلک چین سے بیٹھا نہ کریں گے
 ہم وادی کشمیر کا سوا نہ کریں گے



جان دے دوں گا

خون حاضر ہے وفا کے نام پر
 جان دے دوں گا خدا کے نام پر
 جیسے طائر ہو قفس میں مضطرب
 روح یوں پھڑکی قضا کے نام پر
 خوفِ حق بس اس قدر مطلوب ہے
 دل لرز جائے خطا کے نام پر
 جس قدر بھی سختیاں جھیلیں اثر
 کم ہے دینِ مصطفیٰ ﷺ کے نام پر

وقت کی پکار

سنو فضا بدل چکی ہے ہر طرف نکھار ہے
اشو خزاں گزر گئی ہے موسم بہار ہے
ستم کی رات ڈھل چکی ہے صبح پر وقار ہے

بڑھو خدے راستے میں جس کا انتظار ہے

چلو محاذ جنگ پر یہ وقت کی پکار ہے

نفاذ دیں جہاد کا باب ہے اور کچھ نہیں

ہمیں خدا کا راستہ حب سے اور کچھ نہیں

ہماری مہتمن رضائے رب ہے اور کچھ نہیں

ہمیں نہ رسیوں کی دھن نہ شوقِ اقتدار ہے

چلو محاذ جنگ پر یہ وقت کی پکار ہے

جہاد وجہِ زندگی ہے روحِ کائنات ہے

جہاد ہی کے ترک سے تو کھائی ہم نے مات ہے

جہاد ہی کا رازِ ذریعہٴ نجات ہے

جہاد سے بلند اپنے دین کا وقار ہے

چلو محاذ جنگ پر یہ وقت کی پکار ہے

یہود کی جو دھمکیاں ہیں ہنس کے ان کو نال دو
 یہ جتنے چودھری ہیں ان کی پگڑیاں اچھال دو
 جزیرہ عرب سے مشرکین کو نکال دو

اتارو ان پہ طاقتوں کا بھوت جو سوار ہے
 چلو محاذِ جنگ پر یہ وقت کی پکار ہے

وہ خدا میں جذبہ جہاد خود رفق ہے
 مٹاؤ اپنی آرزو وہ سامنے فریق ہے
 کہ منزل بہشت کا یہ مختصر طریق ہے

جدا ادھر ہوتی ہے سحر ادھر یہ بیڑا پار ہے
 چلو محاذِ جنگ پر یہ وقت کی پکار ہے

دیوانہ جامِ حق لئے جہاں جہاں بھی جائے گا
 نفاذِ دین کر لے گا یا اپنا خوں بہائے گا
 یہ نشہ زہر تیغ بھی کبھی اتر نہ پائے گا

یہ جان لو کہ یہ خدا کے عشق کا خمار ہے
 چلو محاذِ جنگ پر یہ وقت کی پکار ہے

اگر نہ ساتھ خود چلیں نہ ولولہ و جوش دیں
 نہ کفر کے مقابلے میں کوئی سرفروش دیں
 تو کم سے کم مجاہدین کو تو ہم نہ دوش دیں

کہ اسلحہ صحابہ کرام کا شعار ہے
 چلو محاذ جنگ پر یہ وقت کی پکار ہے

زبانی جمع خرچی پر نہ اب یقین کریں گے ہم
 گوارا غیر کا طریق اب نہیں کریں گے ہم
 کہ اپنے ملک میں بھی اب نفاذ دیں کریں گے ہم

یہ پاک سرزمین جانے کب سے بے قرار ہے
 چلو محاذ جنگ پر یہ وقت کی پکار ہے

جو خود نہ جائے ساری عمر دوستو جہاد پر
 نہ کوئی زخم بھی لگے خدا کی راہ میں اثر
 اور اسکے دل میں شوق بھی جہاد کا نہ ہو اگر

تو پیش رب وہ شعبہ نفاق میں شمار ہے
 چلو محاذ جنگ پر یہ وقت کی پکار ہے

صلاح الدین ایوبی کہاں ہے

زمیں حیراں ہے ساکت آسماں ہے
نضاؤں سے بھی تاریکی عیاں ہے
تأسف کا تجھ کا سماں ہے

سراپا مسجد اقصیٰ نغاں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے

جسے خیر سے دھتکارا وہی ہے
یہی ہے دشمن مسلم یہی ہے
مترج دین و ایمان لٹ رہی ہے

مگر غافل حرم کا پاسباں ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے

ہے موقع دامن عصیان کو دھولو
اگرچہ کڑوی ہو حق بات بولو
مسلمانو خدا را آنکھیں کھولو

سنو القدس سے تم کو اذان ہے
صلاح الدین ایوبی کہاں ہے

بہت دشوار امت پر گھڑی ہے
 تباہی اس کے دروازے کھڑی ہے
 ضعیفوں کو سیاست کی پڑی ہے

لگن کھیلوں میں اپنا نوجواں ہے
 صلاح الدین ایوبی کہاں ہے

عرب کے پاس دولت کا ذخیرہ
 عجم کے پاس ایٹم بم کا سیرہ
 یہی کیا اہل حق کا ہے وطرہ

زباں رکھتے ہوئے بھی بے زباں ہے
 صلاح الدین ایوبی کہاں ہے

نہتوں پر مظالم ڈھا رہا ہے
 یہودی بزدلی دکھلا رہا ہے
 یہ گیدڑ شہر کی سمت آ رہا ہے

خود اپنی موت کی جانب رواں ہے
 صلاح الدین ایوبی کہاں ہے

فقط باتوں کا کوئی پھل نہیں ہے
 اثر یہ مسئلے کا حل نہیں ہے
 مسلمان کی جبین پر بل نہیں ہے

یہ کیا ناواقف سود و زیاں ہے
 صلاح الدین ایوبی کہاں ہے



جہاں میں پرچم اسلام لہرانا بھی سنت ہے

مکانِ کفر کی دیوار کو ڈھانا بھی سنت ہے
جہاں میں پرچم اسلام لہرانا بھی سنت ہے

مرے آقائے خود غزوؤں میں شرکت سے کیا ثابت
جہاد فی سبیل اللہ فرمانا بھی سنت ہے

فروغی مسئلوں میں وہ جو الجھاتے ہیں امت کو
میں ان سے کہتا ہوں باطل سے ٹکرانا بھی سنت ہے

عمامے اور خوشبو کی فضیلت سے نہیں انکار
پر اپنے جسم پر تلوار لٹکانا بھی سنت ہے

مصلے پر عبادت کا ثواب اپنی جگہ لیکن
مرے سرکار ﷺ کا میدان میں آنا بھی سنت ہے

تجھے پیٹنے کی سنت تو بہت مرغوب ہے اے دوست
مگر جنگِ احد میں خون بکھرانا بھی سنت ہے

جہادِ نفس کا ارشاد سر آنکھوں پہ ہے لیکن
جہادِ سیف کی تلقین فرمانا بھی سنت ہے

عمل خود رحمت اللعالمین کا ہے دلیل اسکی
کہ ظلم و جبر کا شیرازہ بکھرانا بھی سنت ہے

زبانی دعوت و تبلیغ بھی مسنون ہے لیکن
محاذِ جنگ کی تشکیل فرمانا بھی سنت ہے

جناب حضرت حسانؓ کو ممبر پہ بٹھلا کر
مقابل کفر کے اشعار پڑھوانا بھی سنت ہے

نمازوں کی صفوں کا سیدھا ہونا لازمی لیکن
محاذِ جنگ میں خود صف کا بنوانا بھی سنت ہے

شرید و شہد بھی مسنون ہے لیکن یہ بتلادوں
کہ چھر کھا کے رب کا دین پھیلانا بھی سنت ہے

کہیں گے دعوتِ جہد و عمل پر لوگ دیوانہ
تو سن لو ساحر و مجنون کہلانا بھی سنت ہے

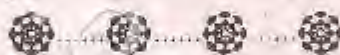
مجاہد کو حقارت سے نہ دیکھیں اہل ثروت اب
کہ اکثر معرکوں میں چندہ فرمانا بھی سنت ہے

حدیث تُمْ أُقْتَلُ تُمْ أُحْيٰی سے ہوا ثابت
شہادت کا بکثرت شوق فرمانا بھی سنت ہے

ہم اسلامی ریاست والے یہ کیوں بھول جاتے ہیں
جرائم پر حدوں کا جاری کروانا بھی سنت ہے

دفاعی حکمت عملی پہ کیونکر مطمئن ہوں ہم
کہ اقدامی جہاد آقا ﷺ کا فرمانا بھی سنت ہے

اثر تو بھی فقط اپنے قلم پر اکتفا مت کر
کہ جوہر ہر سر میدان دکھانا بھی سنت ہے



جہدِ مسلم

جہدِ مسلم وہ تیز طوقاں ہے
جو کہ روکے سے رک نہیں سکتا

مسلمان کا کٹ تو سکتا ہے
پر جھکانے سے جھک نہیں سکتا

آئینہٴ عبرت

قافلہ دونوں جہاں کے والی و سردار ﷺ کا
فاصلہ طے کر چکا ہے تحتھا الانہر کا

فیصلہ صدیق اکبرؓ سے سپہ سالار کا
ولولہ حضرت عمر فاروقؓ سے جیدار کا

غافلہ عثمانؓ دامادِ شہ ابرار ﷺ کا
حوصلہ شیر خدا و حیدر کرار کا

آج بھی دنیا میں ہے اک روز روشن کی مثال
ہم سے کتنا ہے تقاضا پھر انہیں اقدار کا

سیرت و تاریخ کو پیش نظر رکھیں اگر
بند کر دیں ناطقہ ہم آج بھی کفار کا

جنگجو کیونکر نہ ہوتے سارے اصحابِ نبی
ہاں لقب آخر نبی السیف ہے سرکار ﷺ کا

آج بھی زندہ اگر ہو بوعبیدہؓ کی صفت
دفن ہو جائے جنازہ کافر مردار کا

میرے بچوں میں اگر بیدار ہو ذوق جہاد
سر قلم ہو آج بھی بوجہل بد کردار کا

جسم تو کفار کے بھی پہلوانوں کے سے ہیں
دل کہاں سے لائے کوئی جعفر طیار کا

کفر منہ کو آ رہا ہے ہزدلی کے باوجود
کیا کوئی وارث نہیں ہے خالد جراز کا

دشمنانِ دین پھر مدمسائل آ گئے
پھر بھرم رکھنا ہے ہم کو ٹیپو کی تلوار کا

آج تک مجروح ہیں ارواحِ اہلِ سومات
زخمِ تازہ ہے ابھی تک غزنوی کے وار کا

مرگِ باطل ہے اسیر ہند کا جوشِ خطاب
اک نمونہ ہے یہ گویا قاسمی لکار کا

ایک جانب سارا عالم اک طرف ملا عمر
دیدنی ہے حوصلہ اس جراتِ اظہار کا

ظالموں کے سامنے فریاد بھی تو ظلم ہے
مشمولِ انصاف پر ہے فیصلہ تلوار کا

دار فانی کے مکاں میں اسکا دل کیونکر لگے
جسکی آنکھوں میں ہو نقشہ تحتھا الانہر کا

غیر کے رحم و کرم پر کب تلک زندہ رہے
خود مسلح رہنا استحقاق ہے خوددار کا

رہروان منزل جنت کو بتلائے کوئی
راستہ سب سے زیادہ مختصر ہے دار کا

اے اثر یہ نظم تو اہل نظر کے سامنے
آئینہ ہے فاعلمو یا اولی الابصار کا



جیسے گل ہے خار کے سائے تلے
ظلمہ ہے تلواریں کے سائے تلے

نبی رحمتِ عالم ﷺ سپہ سالارِ اعظم

اب اکثر امتی اس بات سے بھی آشنا کم ہیں
نبی رحمتِ عالم ﷺ سپہ سالارِ اعظم تیر

بذاتِ خود ہوئے شامل وہ ستائیں جنگوں میں
نمایاں رنگ ہے یہ دوستو سیرت کے رنگوں میں

برائی کو مٹانا مقصدِ اعظم تھا آقا ﷺ کا
خدا کا دین غالب ہو یہی اک غم تھا آقا ﷺ کا

زمین پر کفر حاکم ہو تو کیا اسلام پھیلے گا
بتوں کے غم میں کیونکر خدا کا نام پھیلے گا

مٹانا کفر کی شوکت بہر صورت ضروری ہے
مگر اس کے لئے کچھ حرکت و ہمت ضروری ہے

فقط اعمالِ باطن سے جو بنتے فلاحِ عالم
سر میدان نکلتے کس لئے پھر قائدِ اعظم ﷺ

مخاؤ بدر میں جو تین سو تیرہ کا لشکر تھا
سپہ سالار اس کا رحمت و شفقت کا پیکر تھا

مگر کفار کے حق میں سبھی قہر الہی تھے
صحابہ و دشمنانِ دین کی خاطر تباہی تھے

جہاں جاتے خدا کا دین پھیلاتے چلے جاتے
جہاں میں پرچمِ اسلام لہراتے چلے جاتے

گلِ ایمان سے بزمِ دہر مہکاتے چلے جاتے
اجل کا راستہ دشمن کو دکھلاتے چلے جاتے

وہ عاقل تھے وہ دانا تھے وہ سمجھاتے چلے جاتے
وہ خلدِ بریں لوگوں کو دکھلاتے چلے جاتے

پھر اس کے بعد اکثر تابعی بھی انکے پیرو تھے
حقیقت میں وہ سب ہی اسوۂ حسنہ کے رہرو تھے

پھر اس کے بعد ابنِ قاسم و ٹیپو نے ہمت کی
صلاح الدین ایوبی نے رکھی لاج امت کی

مگر پھر رفتہ رفتہ اہل حق میں ”وہن“ در آیا
کہ دنیا کی محبت قلب میں مرنے کا ڈر آیا

یہی وہ موڑ تھا جب امتِ مسلمہ میں شر آیا
اسی رخ سے اجالا اہل باطل کو نظر آیا

ترقی سے تنزل کی طرف بڑھنے لگی امت
قصائد اور وظائف ہی فقط پڑھنے لگی امت

ہوا ثابت کہ بے شک جرم ہے ترک جہاد ایسا
کہ جس سے روٹنا ہوتا ہے عالم میں فساد ایسا

جسے ہم دیکھ سکتے ہیں کھلی آنکھوں زمانے میں
سکوں سے جی نہیں سکتے خود اپنے آشیانے میں

جسے دیکھو وہی آنکھیں دکھاتا ہے مسلمان کو
ہر اک مشق ستم پہنا بناتا ہے مسلمان کو

مگر اب اہل ایمان جاگ اٹھے ہیں خواب غفلت سے
کہ قوت کا جواب اب دیئے مومن اپنی قوت سے

بہت ہی جلد زنجیر غلامی توڑ دیں گے ہم
بس اب افسانہ تاریخ کا رخ موڑ دیں گے ہم

”کہاں تک صیلا بیتابی کہاں تک پاس بدنامی“
کہاں تک مصلحت اندیشی کب تک خوف الزامی

نفاق دین حق ہے اولیں ترجیح اسلامی
خدا کی فوج کو ممکن نہیں ہو جائے ناکامی

مجاہد متحد ہو کر بڑھائیں مگر قدم اب بھی
تو سکہ سارے عالم پر جما سکتے ہیں ہم اب بھی

خواب غفلت

خدا کا حکم مسلمان ہو کے توڑ دیا
جہاد جیسے فریضے کو ہم نے چھوڑ دیا

پڑے ہوئے تھے مسلمان خواب غفلت میں
کہ طالبان نے آکر انہیں جھنجھوڑ دیا

بڑی ہی تیز تھی الحاد و کفر کی آندھی
مجاہدین نے طوفان کے رخ کو موڑ دیا

میں اس کی ذات کے قربان جاؤں سو سو بار
کہ جس نے ملا عمر کے مشن سے جوڑ دیا

زہے نصیب کہ ہے جذبہء جہاد ایسا
کہ جس نے گردن کفار کو مروڑ دیا

جس آئینے میں نہ ہو جلوۂ خداوندی
تو ایسا آئینہ مومن نے توڑ پھوڑ دیا

مجاہدین نے تڑپیں باغِ آقا ﷺ پر
رگوں سے اپنا لہو تک اثر نہچوڑ دیا

لشکرِ محمدی

یہ مت کہو کہ اب کہاں ہے لشکرِ محمدی
کہ اب بشکلِ طالبان ہے لشکرِ محمدی

سنو کہ وقت کی ازاں ہے لشکرِ محمدی
اٹھو کہ حق کا ہم زباں ہے لشکرِ محمدی

مجاہدینِ حق پرست بڑھ رہے ہیں جاں بدست
رواں رواں رواں رواں رواں ہے لشکرِ محمدی

خدا کی کون سی مدد کا تذکرہ کروں یہاں
کہ نصرتوں کی داستاں ہے لشکرِ محمدی

ہے یہ صدائے مومنین ہو ملک میں نفاذ دیں
منافقین پر گراں ہے لشکرِ محمدی

اومانِ بہنو بیٹو گھروں میں امن سے رہو
کہ عصمتوں کا پاسباں ہے لشکرِ محمدی

خدا کا دین سر بلند ہے وہاں وہاں اثر
جہان میں جہاں جہاں ہے لشکرِ محمدی

منزل نفاذ شریعت

باہر تھا جو قیاس سے وہم و گمان سے
اللہ نے وہ کام لیا طالبان سے

ہے منزل نفاذ شریعت قریب
ہٹ جائیں خیر خواہ ذرا درمیان سے

امریکہ روس ہند میں آیا ہے زلزلہ
افغان سرزمین پہ حق کی اذان سے

باطل سے کہہ دو سوچ کر آگے قدم بڑھائے
نکرا کے پاش پاش ہی ہو گا چٹان سے

تکوار ہم اٹھانے پہ مجبور یوں ہوئے
یہ لوگ وہ نہیں جو سمجھتے زبان سے

آتے ہیں ان کو خلد سے لینے ملائکہ
جو راہ حق میں آج بھی جاتے ہیں جان سے

میری یہ بات ایک حقیقت ہے دوستو
مرنے کا جن کو شوق ہو جیتے ہیں شان سے

محبوب تھی شراب کی مانند جن کو موت
اپنا بھی رابطہ ہے اسی خاندان سے

فاتح وہ کیسے بنتے خدا کی زمین پر
نصرت اگر نہ ہوتی اثر آسمان سے



مُلا عمر مجاہد

تصویر کامرانی مُلا عمر مجاہد
تائید آسانی مُلا عمر مجاہد

اصحاب کا زمانہ پھر یاد آ رہا ہے
اسلاف کی نشانی مُلا عمر مجاہد

وہ خوش نصیب ہے تو مولیٰ نے جسکو بخشا
ملت کی پاسبانی مُلا عمر مجاہد

دنیا کے سن رسیدہ ہوں لاکھ برگزیدہ
لیکن تری جوانی مُلا عمر مجاہد

اللہ کے سپاہی حاکم ہوں گل زمیں پر
آئے وہ رُت سہانی مُلا عمر مجاہد

مقبول ہو خدا را حرفِ خراج تحسین
ناچیز کی زبانی مُلا عمر مجاہد



خاک میں جلد ملائیں گے ترے نازوں کو

خاک میں جلد ملائیں گے ترے نازوں کو
تو نے دیکھا ہی نہیں ہے مرے جانبازوں کو

اب صدا گو بننے والی ہے پیام حق کی
کوئی خاطر میں نہ لائے گا ترے سازوں کو

اپنی منہ کی انہیں کھانی نہ پڑے تو کہنا
چھیڑ کر دیکھ لیں کر گس ذرا شہبازوں کو

میرے انداز سے خوش فہمی جھلکتی ہے مگر
نظر انداز نہ کرنا مرے اندازوں کو

میرا دعویٰ کہ جہاں بھر کے بھی کر گس مل کر
روک سکتے نہیں شاہین کی پروازوں کو

ناطقہ بند ہوا پھر سے اثر باطل :
رب نے پھر کھول دیا فتح کے دروازوں کو

دیا کرتے تھے اثر کل جو ہمیں ورلڈ آرڈر
سن لیں اب نعرہ تکبیر کی آوازوں کو

ملا عمر کا قافلہ

سینچا جنہوں نے دیں کا چمن اپنے خون سے
وہ آج جی رہے ہیں بڑے ہی سکون سے

ملا عمر کا قافلہ دیکھا تو یوں اگا
ہو جیسے اس کا رابطہ خیر القرون سے

کل تک زمانہ جن کو سمجھتا تھا دقیانوس
وہ آج بہرہ ور ہیں علوم و فنون سے

خود بے وقوف ہیں جو صحابہ کو دوش دیں
ثابت ہوئے آیت لا یعلمون سے

اہل خرد کا مرتبہ اپنی جگہ مگر
آتا ہے انقلاب تو اہل جنون سے

فاتح ہمیں رہیں گے اگر متقی رہے
ملتا ہے یہ ثبوت ہم الغالبون سے

وہ باغ دین دہر میں سرسبز کیوں نہ ہو
کی جس کی آبیاری نبوت نے خون سے

ہو جائیں نقشِ پائے صحابہؓ پہ گامزن
گر چاہتے ہیں منزلِ جنت سکون سے

جذبہ جہاد

جب عام شان و شوکت اسلام ہو گئی
دنیا کے کفر لرزہ براندام ہوئی

ملا عمر کا قافلہ بڑھتا چلا گیا
شوکت مجاہدین کی اب عام ہو گئی

پھر حق نے کامیاب کیا حق پرست کو
سازش جو دشمنوں کی تھی کام کام ہو گئی

اسلامی سلطنت کا ستارہ چمک اٹھا
یوں سرزمین کفر پہ اب شام ہو گئی

منزل کی سمت چل دیئے دیوانے بے خطر
نصرت خدائے پاک کی ہر گام ہو گئی

از طالبان بلند ہوئی جو اذانِ حق
باطل کے حق میں موت کا پیغام ہو گئی

اب جذبہ جہاد ہے کس شے کا منتظر
حجت تو فی زمانہ اثرِ تام ہو گئی

اہل جنوں کی صف

اسکو خدا کا عشق ہی حاصل نہیں رہا
اہل جنوں کی صف میں جو شامل نہیں رہا

پھر کیا عجب کہ اس میں بڑا دل نہیں رہا
سینہ جو گولیوں کے مقابل نہیں رہا

مظلوم بن کے آج مسلمان ہے مطمئن
جب ہی تو حکمرانی کے قابل نہیں رہا

انگریز کی غلامی نے نادان کر دیا
ناقل بنا کچھ ایسا کہ عاقل نہیں رہا

کرتا ہے خون بھائی کا چھوٹی سی بات پر
پر دشمنانِ دین کا قاتل نہیں رہا

جس نے رہ خدا میں اٹھایا نہ کوئی زخم
ایمان ایسے شخص کا کامل نہیں رہا

اس بے اثر کے حق میں دعا کیجئے جناب

جو خود ہی اپنے قول پہ عامل نہیں رہا

امیر المومنین

آسمانِ دل کے تارے ہیں امیر المومنین
کیا بتاؤں کتنے پیارے ہیں امیر المومنین

سب مسلمانوں کے حق میں ایک سا برتاؤ ہے
سب یہ کہتے ہیں ہمارے ہیں امیر المومنین

کل رعایا جاں چھڑکتی ہے اثر اس شخص پر
سب کی آنکھوں کے ستارے ہیں امیر المومنین

سارے بیواؤں یتیموں کی کفالت انکے ہاتھ
بے سہاروں کے سہارے ہیں امیر المومنین

بالمقابل کفر کی ظلمت کے اک تنہا چراغ
روشنیوں کے منارے ہیں امیر المومنین

مگر ہی پر کس طرح اجماع امت ہو اثر
حق یہ ہے غیبی اشارے ہیں امیر المومنین

امیر المومنین حضرت ملا محمد عمر دامت برکاتہم



جنت بھی ہے حضرت سجاد کیلئے

ہے یہ قصیدہ حضرت سجاد کے لئے
اکثر مجاہدین کے استاد کے لئے

کرتا ہوں نذر حسن عقیدت کے چند پھوس
باطل کے حق میں سیسہ و فولاد کے لئے

لو آج ختم ہو گیا حوروں کا انتظار
جنت بھی رہے حضرت سجاد کے لئے

جب ایک مردہ لاش کی چاہت میں ہو گیا
مرد آساں پہاڑ توڑنا فرہاد کے لئے

پھر رافہ حق میں جان لگانا عجب نہیں
اہل صفا و با وفا افراد کے لئے

ایمان و اتحاد و یقین گر سہلے کا ہو
اتہیں فرشتے آج بھی ابدام کے لئے

پھر انتہا پسند نے کر دی ہے انتہا
اب ابتدا ہو ظالم و جلا د کے لئے

مومن کی زندگی کا مشن ہے نفاذ حق
اب موت بن جا کفر اور الحاد کے لئے

لائے گا رنگ خون شہیداں اثر ضرور
مژدہ یہی تو ہے دلِ ناشاد کے لئے

جان سے جانے کا موسم ہے

اٹھو اے اہل حق باطل سے نکلنے کا موسم ہے
مکانِ کفر کی بنیاد کو ڈھانے کا موسم ہے

نہ یہ رُت ہے سمجھنے کی نہ سمجھانے کا موسم ہے
منا دینے کا موقع یا تو مٹ جانے کا موسم ہے

فضا میں غوری و شاہین کے جانے کا موسم ہے
اجل کا راستہ دشمن کو دکھلانے کا موسم ہے

بس اب ہے کفر کا دورِ حکومت ختم ہونے کو
جہاں میں پرچمِ اسلام لہرانے کا موسم ہے

خود اپنی موت کو دے دی ہے دعوتِ ہندوئی نے
سہق اس خود سر و ناداں کو سکھلانے کا موسم ہے

جہادِ ہند پر آقا ﷺ نے دی جنت کی خوشخبری
سنہری موقع ہے خلدِ بریں جانے کا موسم ہے

زبانِ حال سے کہتی ہے یہ بارود کی خوشبو
کہ بزمِ گلشنِ ہستی کو مہکانے کا موسم ہے

دیارِ عقل سے نکلو بہارِ عشق میں آؤ
نہیں یہ رُت ہے فرزانے کی دیوانے کا موسم ہے

زہے قسمت کہ خوشبو آ رہی ہے باغِ جنت کی
زہے قسمت کہ اپنی جان سے جانے کا موسم ہے

زمیں پر پھیلتی جاتی ہے کفر و دہریت کی دھوپ
مثالِ ابرِ مکملِ عالم پہ چھا جانے کا موسم ہے

خدا پر ایک دن میں جانِ دی ستر صحابہؓ نے
اثرِ اُس داستان کو پھر سے دہرانے کا موسم ہے



حضرت اقدس حکیم العصر سپاہ سالار ختم نبوت
شہید اعظم

مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمت اللہ تعالیٰ علیہ
کی شہادت پر منظوم تعزیت نامہ

شہادت کی دعاؤں نے اثر دکھلا دیا اپنا
بالا آخر راہ حق میں خون تک بکھرا دیا اپنا

گزاری زندگی ختم نبوت کی حفاظت میں
اور اپنی جان دے کر بھی مشن پھیلا دیا اپنا

جلے تو شان سے یا پھر اسے گل کر دیا جائے
ہوا کے رخ پہ کچھ یوں رکھ دیا جلتا دیا اپنا

نفاذ دین حق کی سر بلندی جب نہیں دیکھی
تو فرط غم میں سر ہی آپ نے کٹوا

جہاں بھر کے گلوں میں گرچہ ہے پڑمردگی چھائی
شہید ناز نے لیکن چمن مہکا دیا اپنا

جو دین حق کے داعی ہیں کفن بردوش ہو جائیں
لبو کے دوش پر پیغام یہ کہلا دیا اپنا

یہ سچ ہے جیتے جی امت نے پہچانا نہیں لیکن
 یہاں سے جاتے جاتے مرتبہ بتلا دیا اپنا

فقیہ وقت بحر علم شیخ و مرشد کامل
 فراق حضرت اقدس نے دل دہلا دیا اپنا

زمانہ محو حیرت تھا اس اخلاص و تواضع پر
 کہ اک شاگرد کو بھی ہاتھ جب پکڑا دیا اپنا

یہاں بھی خلق میں محبوب بن کر مرتبہ پایا
 وہاں بھی پرچم مقبولیت ابرا دیا اپنا



صدائے شہیدِ اعظم مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ

برزبانِ حال

جگر کی پیاس لہو سے بجھا کے آیا ہوں
میں تیری راہ میں گردن کٹا کے آیا ہوں

جو تیری وصل میں حاکل تھے جیتے جی یارب
تمام راہ کے پتھر ہٹا کے آیا ہوں

نہ پائی جب کوئی سوغات تیرے در کیلئے
تو اپنی جاں کا خزانہ لٹا کے آیا ہوں

تمام حور و ملائک ہیں محو استقبال
میں سر پہ تاجِ شہادت سجا کے آیا ہوں

عطا مجھے بھی ہو انعامِ بخت الفردوس
کہ باغِ گلشنِ ہستی لٹا کے آیا ہوں

مرے خلوص کا توشہ قبول کر یارب
میں اپنا نام و نشان تک مٹا کے آیا ہوں

مجھے بھی چاہتے تھے بیوی بچے بھائی بہن
میں سب کو خون کے آنسوؤں کے آیا ہوں

مجھے نہ غسل دو پہنچاؤ تحتھا الا انھر
میں اپنے خون میں خود ہی نہا کے آیا ہوں

مجھے تو مدتوں رویا کریں گے اہل جہاں
زہے نصیب کہ میں مسکرا کے آیا ہوں

وہ جس کی خوشبو سے مہکے گا تا ابد عالم
میں ایک ایسا گلستاں سجا کے آیا ہوں



کٹانا سر تو آتا ہے پہ جھک جانا نہیں آتا

جھپٹ لینا تو آتا ہے پلٹ جانا نہیں آتا
سر میدان ہم کو پیٹھ دکھلانا نہیں آتا

زہے قسمت کہ ہم بزدل نہیں کفار کی مانند
اجل محبوب ہے مومن کو گھبراتا نہیں آتا

ہمارے ساتھ دین حق کے دیوانوں کا لشکر ہے
ہمارے قافلے میں کوئی فرزانہ نہیں آتا

وہ ساری عمر زنجیر غلامی میں گزارے گا
کہ جس کو کفر کی قوت سے ٹکرانا نہیں آتا

تجھے پھر اور کیا آتا ہے اے ایمان کے دعوے دار
اگر راہ خدا میں جان سے جانا نہیں آتا

کوئی تو کیف ملتا ہے اسے بھی جان دینے میں
یونہی تو سمت شمع کوئی پروانہ نہیں آتا

ہمارا اصل مقصد کفر کی شوکت مٹانا ہے
فروعی مسئلوں میں ہم کو الجھانا نہیں آتا

ہماری غیرت دینی ہمیں مجبور کرتی ہے
کشتا سر تو آتا ہے یہ جھک جانا نہیں آتا

نہ سودی قرض لیں گے ہم نہ محکومی گوارا ہے
خدا کافی ہے ہم کو ہاتھ پھیلا نا نہیں آتا

عمل چیرا ہے ناصح خود بھی اپنی ہر نصیحت پر
فقط اوروں کو ہی تلقین فرمانا نہیں آتا



اظہارِ حقیقت

وہ جن کے ساتھ ہر ہر گام پر فصلِ خدا ہو گا
بھلا ان کا زمانے بھر کی پابندی سے کیا ہو گا

اٹھایا خامشی کا فائدہ جب تم نے ناجائز
تو سن لو اب کہ اظہارِ حقیقت بر ملا ہو گا

نظر آتے ہیں جن کو خواب اب اوجِ ثریا کے
مقام انکا یقیناً ایک دن تحتِ الثریٰ ہو گا

زمین پر جو خدائی کا علمبردار بن جائے
فلک سے ایسے ظالم کو خدا بھی دیکھتا ہو گا

زمانے بھر کے مشرک بال بیکا کر نہیں سکتے
ہمارے ہاتھ میں جب تک علمِ توحید کا ہو گا

زبانِ جال سے کہتے ہیں طوفاں زلزلے سیلاب
کہ اب انجامِ ظلم و بربریت کا برا ہو گا

زبانی جمع خرچی میں نہیں ہے مسئلے کا حل
پڑوسی ملک سے میدان ہی میں فیصلہ ہو گا

مجھے تو اس تصور سے ہنسی آتی ہے رہ رہ کر
دھماکہ کر کے بنیا خود بھی تھر تھر کانپتا ہو گا

اسیر ہند کی زنجیر گل کر خود یہ کہتی ہے
یقیناً جلد ہی کشمیر کا اب فیصلہ ہو گا

ابھی تو صرف بدنامی ہوئی ہے سارے عالم میں
ابھی تو ان کو ناکامی کا منہ بھی دیکھنا ہو گا



مجاہد نہیں ہے تُو

میں نے یہ کب کہا کہ نمازی نہیں ہے تُو
لیکن خدا کے دین کا غازی نہیں ہے تُو

کس نے کہا کہ عابد و زاہد نہیں ہے تُو
افسوس تو یہ ہے کہ مجاہد نہیں ہے تُو

کہتا ہے کون ذکر کا عادی نہیں ہے تُو
پر ہمنوائے ذوقِ جہادی نہیں ہے تُو

میں جانتا ہوں ملحد و کافر نہیں ہے تُو
لیکن رہی ^{سیرت} کا مسافر نہیں ہے تُو

اچھی کہی کہ بے حس و عاقل نہیں ہے تُو
سینہ سپرِ عدو کے مقابل نہیں ہے تُو

کس نے کہا کہ دین کا راہی نہیں ہے تُو
پر دشمنوں کے حق میں تباہی نہیں ہے تُو

جان آفریں پہ جان کو اپنی فدا کرے
مولیٰ تجھے بھی شوقِ شہادت عطا کرے

اخوت کی دیر ہے

قوت کی دیر ہے نہ جماعت کی دیر ہے
ایثار و اتحاد و اخوت کی دیر ہے

موقع بھی ہے محل بھی ضرورت بھی ہے شدید
عزم و ارادہ حوصلہ ہمت کی دیر ہے

عہد غلامی ختم ہو شوکت ملے مگر
سرکارِ دو جہاں ﷺ کی اطاعت کی دیر ہے

جنت بھی انتظار میں غلاماں بھی حور بھی
مومن تہی طرف سے شہادت کی دیر ہے

ملتی نہیں ہیں صرف تمنا سے منزلیں
برکت کا اشتیاق ہے حرکت کی دیر ہے

ترک گناہ ذوقِ عبادت بجا مگر
اک تشنگی ہے شوقِ شہادت کی دیر ہے

باطل تو ہر محاذ کا بزدل ہے پہلے ہی
اربابِ حق پرست میں جرأت کی دیر ہے

کچھ دور کب ہے وادی کشمیر کا حصول
 افغان سرزمین سے فراغت کی دیر ہے
 کفار کے مقابل اشداء تو ہیں سبھی
 مرثماء بینظم کی اخوت کی دیر ہے



اسیر ہند مولانا محمد مسعود اظہر صاحب دامت برکاتہم کی ہندوستان کی
قید سے رہائی کے موقع پر کہے گئے اشعار

شعلہ بیاں مجاہد اعظم خوش آمدید

فرط خوشی سے چشم ہے پُر غم خوش آمدید
آمد سے تیری مٹ گئے سب غم خوش آمدید

تو ایسا خوش نصیب ہے جس کے لئے صد
کون و مکاں سے آتی ہے پیہم خوش آمدید

ایثار و اتحاد و یقین کے پیامبر
امت کی رزم روح کے مرہم خوش آمدید

شبہ صفت مفکر اسلام و شیخ وقت
شعلہ بیاں مجاہد اعظم خوش آمدید

اے کوہ استقامت دین محمدی ﷺ
اے جانِ رزم جہد مجسم خوش آمدید

جہد و عمل کے آہنی پیکر تجھے سلام
آہ و فغانِ عشق کے محرم خوش آمدید

صد مرجبا اے صاحبِ جہن جہادِ ہند
 بیٹے کے سر کو ٹوٹنے کیا خم خوش آمدید

ہے تیرے قلب و روح میں آہن کا حوصلہ
 رشکِ جبالِ عزمِ مصمم خوش آمدید

ہاں پھر ہوائے شوکتِ انیاں ہے زور پر
 ہاں پھر چراغِ کفر ہے مدہم خوش آمدید

کیا خوب ہے جہاد و تصوف کا امتزاج
 دریائے رنگ و نور کے سنگم خوش آمدید



عالم کفر سے خطاب

خبردار کرتے ہیں تم کو مسلمان کہ ہتھیار اٹھانے کی کوشش نہ کرنا
 تمہیں پھر ہزیمت اٹھانا پڑے گی ہمیں آزمانے کی کوشش نہ کرنا
 بہت لکھ چکے ظلم کی داستانیں بہت دے چکے اہل حق اپنی جانیں
 تمہارے درندے یہ مانیں نہ مانیں مگر ظلم ڈھانے کی کوشش نہ کرو
 ملو امن سے مگر تو میں بھی ملوں گا مگر دین حق کا نہ سورا کروں گا
 میں ایوانِ باطل کو اب پھونک دوں گا مرا گھر جلانے کی کوشش نہ کرنا
 دیا آتش کا جلانا پڑے گا قدم تم کو پیچھے ہٹانا پڑے گا
 وگرنہ خسارہ اٹھانا پڑے گا حماقت دکھانے کی کوشش نہ کرنا
 چکھادیں گے ہولی کا تم کو مزہ بھی کہ برداشت کی ہے کوئی انتہا بھی
 اگر تم میں انسانیت ہے ذرا بھی تو اب خوں بہانے کی کوشش نہ کرنا
 جلانے جو آئے گا خود ہی جلے گا کہ دشمن خدا کا نہ پھولے پھلے گا
 زمانے میں سکھ ہمارا چلے گا ہمیں اب مٹانے کی کوشش نہ کرنا
 وہی جس سے لرزاں تھے کفارِ عالم ہے بیدار اب پھر وہ خوابیدہ ضیغم
 تمہارے عزائم سے غافل نہیں ہم نئے گل کھلانے کی کوشش نہ کرنا

ہے بیتِ عتب تم کو مرغوب جیسی شہادت ہے مومن کو محبوب ایسی
 بھلا جان دینے میں پھر دیر کیسی اجل سے ڈرانے کی کوشش نہ کرنا
 مسلمان کی تاریخ تم جانتے ہو مسلمان کی شوکت کو بھی مانتے ہو
 حقیقت اگر اپنی پہچانتے ہو تو نظریں ملانے کی کوشش نہ کرنا
 مرا فلسفہ بے معانی نہیں ہے فقط جمع خرچی زبانی نہیں ہے
 حقیقت ہے کوئی کہانی نہیں ہے بس اب آزمانے کی کوشش نہ کرنا



طلوع صبح

آیا حسین خواب کی تعبیر کی طرح
چھایا طلوع صبح کی تنویر کی طرح

جس کی اسیری حق کے لئے امتحان تھی
جس کی رہائی کفر کی تعزیر کی طرح

وہ جس کی بات بات میں پنہاں بلا کی کاٹ
وہ جس کا لفظ لفظ ہے شمشیر کی طرح

جس کا بیان روح کی تسکین کا سبب
جس کا کلام نسخہ اکیر کی طرح

جس کا مزاج حضرت فاروق کا رہیں
جس کا مذاق حضرت شبیر کی طرح

جس کا ہے آج قبلہ اول بھی منظر
جنت نظیر وادی کشمیر کی طرح

ہمت پکارتی ہے کہ دیوانہ وار چل
غفلت ہے لپٹی پاؤں کی زنجیر کی طرح

جو اہل حق کی روح کو گرمائے آج پھر
ہے کوئی ذکر نعرہ تکبیر کی طرح

منڈلا رہے ہیں گردِ حرم کفر کے اسیر
نیت بری لئے ہوئے خنزیر کی طرح

کرتا ہے زخمی تیرا قلم سینہِ عدد
لگتے ہیں تیرے شعر اثر تیر کی طرح



انقلاب

مرا یہ دعویٰ ہے بھرپور اعتماد کے ساتھ
کہ انقلاب تو مربوط ہے جہاد کے ساتھ

بزعیم خود جو بڑی طاقتیں ہیں یہ سوچیں
کہ کیا کیا ہے مرے رب نے قوم عاد کے ساتھ

”ولاتفرقو“ اس بات کی ضمانت ہے
کہ کامیابی ہے مشروط اتحاد کے ساتھ

اگر اکیلے چلو گے تو پھر زیاں ہو گا
یہ سودمند ہے محض رہو سواد کے ساتھ

ہماری گولیاں سرحد کے پار چلتی ہیں
ہمارا کوئی تعلق نہیں فساد کے ساتھ

ہماری جان نکلنے میں ہو گی دشواری
ہماری روح تو چپکی ہے جائیداد کے ساتھ

اٹھاؤ اسلحہ کشمیر - فتح کر ڈالو
کہ جنگ لڑتا ہے کوئی قرار داد کے ساتھ

سلف ہمارے تھے روح روان تحریکات
اثر ہمیں بھی تنفر ہو انجماد کے ساتھ

بقا کا راز

خدا کے دین کو دنیا میں جو زندہ نہیں کرتا
خدائے پاک بھی پھر اس کو پائندہ نہیں کرتا

جو تقویٰ سے نہیں رہتا تو اس سے دین پھیلے کیوں
وہ نافرمان کو اپنا نمائندہ نہیں کرتا

بظاہر جی رہا ہے پر حقیقت میں وہ مردہ ہے
مرے سرکار ﷺ کی سنت کو جو زندہ نہیں کرتا

جہاں عارضی ہے یہ یہاں کل کس نے دیکھی ہے
جو ہے ایمان والا فکر آئندہ نہیں کرتا

جو خالق کے لئے قربان کردے جان و تن اپنا
خدا مخلوق میں پھر اس کو شرمندہ نہیں کرتا

شہادت ہی میں مضمر ہے مسلمان کی بقا کا راز
جو مٹ سکتا نہیں وہ خود کو تابندہ نہیں کرتا



تجزیہ

کالج و اسکول نے اہل وطن کو کیا دیا
جنسی میلانات کے طوفان کو رستہ دیا

نفرتوں کے بیج بوئے بغض کو پھیلا دیا
غیر کا کلچر کلاشکوف کا توشہ دیا

درسگاہوں میں سیاست کا ہوا بازار گرم
نوںہالان وطن کو راہزن ٹھہرا دیا

بیج رہے تھے جو رائی کے اندھیروں سے انہیں
کام سے بدظن کیا اور کھیل میں الجھا دیا

میڈیا پر بھی رہے قابض اسی طبقے کے لوگ
ایسی عریانی کہ گھر کو سینما بنوا دیا

ماؤں بہنوں کے سروں سے چادریں تک کھینچ لیں
بیتِ حوا کو ترقی کا فریب ایسا دیا

کر دکھایا خوشنما آزادی نسواں کا خواب
چار دیواری سے یوں اسٹیج پر پہنچا دیا

حکمران ایسے دیئے جو ملک سے مخلص نہ تھے
 رہنما بن کر جنہوں نے قوم کو دھوکہ دیا

کارنامہ یہ فقط دینی مدارس ہی کا ہے
 جن کے پروانوں نے اپنی جاں گاندھارا دیا

بند باندھا مغربی تہذیب کے سیلاب پر
 آبشارِ نورِ ایمان فکر پر برسا دیا

جنگِ آزادی سے لے کر سماجی محاذ کا رگڑ
 دشمنانِ دین و ملت کو سبق سکھلا دیا

دیکھا دنیا نے تماشا روس کی رسوائی کا
 چند لاکھ افغانیوں نے جب اسے بکھرا دیا

اب کھلتا ہے وہی آنکھوں میں تنکے کی طرح
 محو حیرت ہے کہ کیسے جل اٹھا ٹونا دیا

جو مثالِ اہل حق روشن ہو طوفانوں کے بیچ
 کوئی دکھلائے تو بزمِ دہر میں ایسا دیا

گو اثر اس باب میں تھی حاجتِ بحثِ طویل
 مختصر الفاظ میں ناچیز نے سمجھا دیا

اصلاحی نظمیں

تو جو حیلہ بناتا ہے حالات کا
میں تو قائل نہیں ان خیالات کا
تجھ کو شاید کہ ہے علم اس بات کا

اہل دل خود بناتے ہیں اپنا جہاں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

آج کے نوجواں سن لے میری نغاں

سوئے دشت و دمن تار کی سائباں
 تُو چلا ہے کہاں چھوڑ کر گلستاں
 کیوں تجھے راس آئی ہے فصل خزاں

تُو جدھر ہے رواں خار ہیں بس وہاں
 آج کے نوجواں سن لے میری نغاں

بال انگریز جیسے کٹائے ہوئے
 مونچھ حد سے زیادہ بڑھائے ہوئے
 اور داڑھی کو بالکل سڈائے ہوئے

کیا مسلمان کے ہے یہ شایانِ شاں
 آج کے نوجواں سن لے میری نغاں

کب تلک دائرِ فانی کے عیش و طرب
 ختم کب ہوگی آخر یہ تاریک شب
 روشنی میں آ اور خود کو پہچان اب

تجھ کو شاید کہ مل جائے اپنا نشان
 آج کے نوجواں سن لے میری نغاں

تو حسینوں کے چکر میں پھرتا ہے کیوں
تجھ کو ہر گز ملے گا نہ اس میں سکوں
تجھ کو برباد کر دے گا تیرا جنوں

ہے ترے سامنے ذلتوں کا کنواں
آج کے نوجواں سن لے میری نغاں

تجھ کو دیتا ہوں اللہ کا واسطہ
ترک کر اب تو تجویز خود ساختہ
تو نے اپنا لیا غیر کا راستہ

تجھ کو بننا تھا اسلام کا پاسباں
آج کے نوجواں سن لے میری نغاں

تو جو سامان کرتا ہے کل کے لئے
یہ بھی سوچا کبھی ایک پل کے لئے
کچھ رکھا بھی ہے وقت اجل کے لئے

یا فقط پیاس اور یاس و محرومیاں
آج کے نوجواں سن لے میری نغاں

میں نے مانا ابھی تو معمر نہیں
 موت کا وقت لیکن مقرر نہیں
 وار فانی ہے رست کوئی گھر نہیں

تو مسافر ہے دنیا ہے اک سائباں
 آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

اونچے اونچے محل جو بنائے ہیں یہ
 گھر نہیں در حقیقت سرائے ہیں یہ
 ہر گز اپنے نہیں ہیں پرائے ہیں یہ

بعد تیرے کوئی اور ہوگا یہاں
 آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

بیٹھکوں میں نہ یوں وقت برباد کر
 نفس کی قید سے خود کو آزاد کر
 اپنے خلاق کو بھی کبھی یاد کر

دیکھ تجھ پر ہے وہ کس قدر مہرباں
 آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

وقت ٹی وی بنا پاس ہوتا نہیں
 دور سر سے یہ خناس ہوتا نہیں
 تجھ کو غفلت کا احساس ہوتا نہیں

نہیں ایسا نہ ہو بچھٹ پڑے آسمان
 آج کے نوجوان سن لے میری فغاں

میں نے مانا کہ گانوں میں بھی ہے کشش
 عاشقی کے فسانوں میں بھی ہے کشش
 پر بتا کچھ اذانوں میں بھی ہے کشش

تجھ کو آواز دیتا ہے رب جہاں
 آج کے نوجوان سن لے میری فغاں

تجھ کو شاید کہ یہ بات معلوم ہے
 ٹخنے ڈھکنا شریعت میں مذموم ہے
 نظرِ رحمت سے وہ شخص محروم ہے

جس کے ٹخنے رہیں پانچوں سے نہاں
 آج کے نوجوان سن لے میری فغاں

داڑھی رکھنا یہ مانا ہے مشکل مگر
 روزِ محشر یہ آقا ﷺ نے پوچھا اگر
 میری صورت میں کیا نقص آیا نظر

کیا کہے گا جوانِ بتا تُو وہاں
 آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

تُو جو حیلہ بناتا ہے حالات کا
 میں تو قائل نہیں ان خیالات کا
 تجھ کو شاید کہ ہے علم اس بات کا

اہلِ دل خود بناتے ہیں اپنا جہاں
 آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

کرتا دنیا کی ہر بات میں پہل ہے
 دین کی بات آئے تو نا اہل ہے
 کارِ دنیا ترے واسطے سہل ہے

اتباعِ شریعت ہے بارِ گراں
 آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

یہ بجا ہے کہ ابلیس مردود ہے
وہ مگر دوسو سوں تک ہی محدود ہے
اور ترے پاس تو عقل موجود ہے

تیرے اندر ہے اور اک سود و زیاں
آج کے نوجواں سن لے میری نفاں

امت مسلمہ پر تو بن آئی ہے
اور تُو گیند بے کا شیدائی ہے
تجھ پہ کیوں اس قدر بے حسی چھائی ہے

کیوں نہیں لیتا ہاتھوں میں تیر و کماں
آج کے نوجواں سن لے میری نفاں

خود کو محفوظ کر کوئی دیوار اٹھا
اب بہت ہو چکی اب تو ہتھیار اٹھا
یہ بھی سنت ہے ہاتھوں میں تلواریں اٹھا

ورنہ مٹ جائے گا تیرا نام و نشان
آج کے نوجواں سن لے میری نفاں

مثل کر گس نہیں ہاں شاہی ہے تو
 سچ یہ ہے دین حق کا سپاہی ہے تو
 اہل باطل کے حق میں تباہی ہے تو

آگے بڑھ ٹوٹ پڑ مثل برق تپاں
 آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

ہے توکل تیرا صرف اللہ پر
 نقش پائے نبوت تیری رہبر
 ابن قاسم و ٹیپو تیرے راہبر

سوئے منزل رواں ہے تیرا کارواں
 آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

رب کی نصرت ترے ساتھ ہے بالیقین
 جان کی اس لئے تجھ کو پروا نہیں
 تیرا مسکن ہے دراصل خلدِ بریں

تیری مشتاق ہیں کب سے حورِ جاناں
 آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

راہِ منت پہ چلنے کی کوشش تو کر
زیست کا رخ بدلنے کی کوشش تو کر
گر رہا ہے سنبھلنے کی کوشش تو کر

تیری محنت نہیں جائے گی رائیگاں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

میں بتاؤں تری خستہ حالی کا حل
نفس و شیطان کے جال سے اب نکل
چھوڑ کانتوں کا ماحول گلشن کو چل

لطف دہنوں جہانوں کا پائے جہاں
آج کے نوجواں سن لے میری فغاں

تو مری مان لے کجروی چھوڑ دے
یہ جو پیانہ غفلت کا ہے توڑ دے
اب اثر زندگانی کا رخ موڑ دے

اب ہو تیری جبین واقفِ آستان
آج نے نوجوان سن لے میری فغاں

توبہ کا دروازہ

ارے انساناں تجھے کیا ہو گیا ہے
تو روڈ و کد میں آخر کیوں کھڑا ہے
بہت رحمن ہم سب کا خدا ہے
تو کیوں مایوسیوں میں مبتلا ہے

ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے

نہیں ہر گز نہیں یہ بے حیائی
ترے توبہ سے خوش ہوگی خدائی
گھٹائے ناامیدی جب بھی چھائی
جناب حق سے یہ آواز آئی

ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے

تو توبہ سے نہ ہو بددل نہ گھبرا
رہا اب تک اگر غافل نہ گھبرا
سکون ہوگا تجھے حاصل نہ گھبرا
تجھے مل جائے گی منزل نہ گھبرا

ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے

یہ مانا تجھ میں ہے جوشِ جوانی
حقیقت تجھ کو لگتی ہے کہانی
یہ ہے دراصل غفلت کی نشانی
ابھی سر سے نہیں گزرا ہے پانی

ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے

معاصی ہو گئے تجھ سے جہاں پر
تو کچھ نیکی بھی کر لے تو وہاں پر
ترا بھی ذکر ہو گا آسمان پر
جبیں رکھ دے تو اٹکے آستان پر

ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے

آثر جاگو بھی اب آنکھیں تو کھولو
معاصی کو نہ تم رحمت سے تولو
سیاہی دل کی سب اشکوں سے دھولو
ندامت سے گناہوں پر جو ردلو

ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے

تو عاشقِ رسول ﷺ ہے

تو ظاہرِ تو پھول ہے
 باطنِ بیول ہے
 آنکھوں میں جھونکے دھول ہے
 فلسفہ فضول ہے

محیر العقول ہے
 تو عاشقِ رسول ﷺ ہے

سر پر ترے انگریزی ہال
 سنت سے خالی تیرے گال
 سمجھا ہے تو اسے جمال
 ہے خام تیرا یہ خیال

یہ صرف تیری بھول ہے
 تو عاشقِ رسول ﷺ ہے

مانا غم فراق ہے
 یہ دوری تجھ شاق ہے
 طیبہ کا اشتیاق ہے
 لیکن یہ کیا مذاق ہے

فساق میں شمول ہے
 تو عاشقِ رسول ﷺ ہے

حرص و ہوس کی پیاس ہے
 گناہ تجھ کو راس ہے
 میسائیوں کی شکل ہے
 انگریز سا لباس ہے

منافقت اصول
 تو عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے

ناواقف کبر سے فنا ہوا
 سر پہ پجاری انا ہوا
 فرعون ہے بنا ہوا

ناقابل قبول
 تو عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے

مانا کہ تو شریف ہے
 ہر ظلم کا حریف ہے
 پر اسکو کیا کریں بھلا
 حد درجہ تو نحیف ہے

اب عشق خود ملول ہے
 تو عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے

مدحت سرائی خوب کر
 نعتیں بھی خوب لکھ مگر
 کرتا ہوں قصہ مختصر
 گر پاس تیرے اے اثر

حسنِ عمل کا پھول ہے
 تو عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے



پردیس میں ذکرِ وطن

یہ جہاں چھوڑ کر ہم کو جانا ہے جب
اور اللہ کو منہ دکھانا ہے جب
پھر بدل لیجئے آپ اپنا چلن

سنئے پردیس میں آپ ذکرِ وطن

کب یہ دنیا بٹی ہے بقا کے لئے
دل نہ اس سے لگائیں خدا کے لئے
یہ ہے دھوکے کا گھر یہ ہے وارِ محن

سنئے پردیس میں آپ ذکرِ وطن

اک نہ اک دن آخر ہم تو مرجائیں گے
دارِ فانی سے جب کوچ کر جائیں گے
ساتھ کچھ بھی نہ ہوگا سوائے کفن

سنئے پردیس میں آپ ذکرِ وطن

قبر میں جب یہ میت اتر جائے گی
ساری مخلوق پھر اپنے گھر جائے گی
کوئی ساتھی نہ ہوگا نہ دولت نہ دھن

سنئے پردیس میں آپ ذکرِ وطن

جو بھی انسان مقصد سے پھر جائیگا
وہ تو خود ہی جہنم میں گر جائیگا
اور خود ہی جلائے گا اپنا بدن

سنئے پردیس میں آپ ذکرِ وطن

شہر طاعت میں آباد ہو جائیے
فکر دنیا سے آزاد ہو جائیے
خلد بن جائیگے پھر یہ دشت و دامن

سنئے پردیس میں آپ ذکرِ وطن

باغ یہ کب تک یہ کلی کب تک
مثلِ تبیل کے یہ نفیسی کب تک
فکرِ صحرا بھی کیجئے اسیرِ چمن

سنئے پردیس میں آپ ذکرِ وطن

آپ کب تک چلیں گے ہواؤں کے ساتھ
ان عزیزوں کے ساتھ آشناؤں کے ساتھ
اب تو بننا پڑے گا روایتِ شکن

سنئے پردیس میں آپ ذکرِ وطن

شکل و صورت بنانے سے ڈرتے ہیں آپ
پیروی جب زمانے کی کرتے ہیں آپ
دعویٰ عشق کیا ہے پھر جان من

سنئے پردیس میں آپ ذکر وطن

یہ جوانی خدا پر فدا کیجئے
زندگانی کا حق یوں ادا کیجئے
وار دیجئے انہیں پر اثر جان و جن

سنئے پردیس میں آپ ذکر وطن

اب تو اظہار کیجئے خیالات کا
کچھ اثر بھی ہوا ہے مری بات کا
یا فقط اس کو سمجھا اثر کا سخن

سنئے پردیس میں آپ ذکر وطن



تباہیِ مسلم

میں کیا بتاؤں دوستو عالم میں چار سو
یوں ہی نہیں تباہیِ مسلم کی دھوم ہے

مسجد میں ایک صف بھی مکمل نہیں مگر
بازار جا کے دیکھئے کتنا ہجوم ہے

روزہ نماز ذکر و تلاوت نہیں ملے
لی وی ہے وی سی آر ہے گنا ہے فلم ہے

اس دور میں بھی امتِ مسلمہ کا یہ وجود
سچ پوچھئے تو رپ محمد ﷺ کا حلم ہے



التجا

مجھ کو بیشک نصیحت کا کچھ حق نہ تھا
پر میں جذبات کو اپنے کرتا بھی کیا
میں بھی بیٹا ہوں یا بھائی ہوں آپ کا
میری باتوں کا ہر گز نہ مانیں برا

ماؤں بہنوں سے ہے یہ میری التجا
خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

ہم پہ احسان ہے کس قدر دین کا
اس کے احکام اس کے قوانین کا
یہ ہے دراصل ریور خواتین کا
جس کو ہم نے بنایا ہے اک مسئلہ

ماؤں بہنوں سے ہے یہ میری التجا
خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

جو مقام عورتوں کا ہے اسلام میں
ہو نہیں سکتا مغرب کی اقوام میں
وہ تو آگے ہیں غیرت کے نیلام میں
ہم یہ سوچیں کہ آخر ہمیں کیا ہوا

ماؤں بہنوں سے ہے یہ میری التجا
خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

بنیاں جو کہ پھرتی ہیں یوں بے نقاب
سر پہ ماں باپ کے بھی ہے اسکا عذاب
کیوں نہ تم نے دیا انکو درسِ حجاب
روزِ محشر یہ پوچھے گا ان سے خدا

ماؤں بہنوں سے ہے یہ میری التجا
خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا
یہ جو کالج کی مخلوط تعلیم ہے
درحقیقت یہ محتاجِ ترمیم ہے
یہ خلافِ تقاضائے حکمریم ہے
غیر محرم کا ہو آئنا سامنا

ماؤں بہنوں سے ہے یہ میری التجا
خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا
جس میں پھنس کر ہمارا برا حال ہے
درحقیقت یہی مغربی جال ہے
جس سے غیرتِ مسلمان کی پامال ہے
کھیل سارا ہے یہ سوچا سمجھا ہوا

ماؤں بہنوں سے ہے یہ میری التجا
خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

میں نہیں مانتا مغربی ساز کو
میں نہیں جانتا روسی آواز کو
کوئی سمجھے تو اسلام کے راز کو
اس نے کیوں حکم پردے کا ہم کو دیا

ماؤں بہنوں سے ہے یہ میری التجا
خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

میں نے مانا ترقی کا یہ دور ہے
اس صدی کا تقاضا بھی کچھ اور ہے
پر یہ نکتہ بھی تو قابلِ غور ہے
کیا ترقی میں مانع ہے شرم و حیا

ماؤں بہنوں سے ہے یہ میری التجا
خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

مجھ کو تسلیم نیت بہت صاف ہے
اس میں کچھ شک نہیں دل بھی شفاف ہے
پر یہ خود ہی کہیں کیا یہ انصاف ہے
حکمِ قرآن کا ہم نے رد کر دیا

ماؤں بہنوں سے ہے یہ میری التجا
خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

کس لئے جی نہیں لگتا گھر بار میں
 کیا نکلنا ضروری ہے بازار میں
 فرق پھر کیا رہا ہم میں اغیار میں
 کیا ترقی کا ہے اک یہی راستہ

ماؤں بہنوں سے ہے یہ میری التجا
 خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

آج تو میل جیسے کہ گھوڑے کی ٹاپ
 اور حکم شریعت سمجھتے ہیں آپ
 سن نہ پائے کوئی زن کے قدموں کی چاپ
 بولنا چالنا پہننا تو کجا

ماؤں بہنوں سے ہے یہ میری التجا
 خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

عام جب سے اثر بے حجابی ہوئی
 نوجوانوں میں پیدا خرابی ہوئی
 اور ابلیس کو کامیابی ہوئی
 کاروبار شیاطین چمکنے لگا

ماؤں بہنوں سے ہے یہ میری التجا
 خود کو پردے میں رکھیں برائے خدا

سات قسم کے لوگ عرش کے سائے میں

ہوں آج کچھ فضیلتیں معلوم آپ کو
بتاؤں اک حدیث کا مفہوم آپ کو

اسکی کمی و بیشی خدا در گزر کرے
اللہ کرے یہ بات دلوں پر اثر کرے

جس دن سوائے عرش کے سائے کے اور کوئی
سایہ نہ ہو گا دوستو اس وقت اس گھڑی

ہونگے جو سات قسم کے لوگ عرش کے تلے
آسمان ہونگے جن کے لئے سارے مرحلے

وہ خوش نصیب کون ہیں سنئے دھیان سے
ہے قیمتی یہ بات سنیں دل کے کان سے

پہلا وہ بادشاہ جو عادل ہو اور نیک
جس کی نظر میں مالک و مزدور سب ہوں ایک

یوں بھی ہر ایک آدمی ہے گھر میں حکمران
اس واسطے اسے یہ فضیلت ملے گی ہاں

وہ گھر میں ہو تو بیوی و بچوں میں رحمدل
غصے میں اور مزاح میں دونوں میں معتدل

گھر پر خدا کے دین کی باتیں بتائے وہ
بچوں کو نیک اور نمازی بنائے وہ

گر کوئی اس کی بات کو مانے نہ پیار سے
پیشک پھر اس کو حق ہے کہ مٹوانے مار سے

اور دوسرا وہ شخص جوانی میں جو کرے
اللہ کی عبادت اور اللہ سے ڈرے

مغلوب ہو نہ جائے تقاضائے نفس سے
ہر قسم کے مجاہدے کروائے نفس سے

اپنی جوانی اپنے خدا پر فدا کرے
اور اس طرح جوانی کا وہ حق ادا کرے

اور تیسرا وہ شخص کہ مسجد میں جس کا دل
اٹکا رہے نماز کی چاہت میں مستقل

مسجد سے آئے اور پھر جانے کا ہو خیال
مسجد سے اس کو ربط ہو اس درجہ باکمال

اہل و عیال میں بھی عبادت کی فکر ہو
اور کاروبار میں بھی جماعت کی فکر ہو

چوتھے وہ خوش نصیب جو اللہ کے واسطے
رہکتے ہوں دوستی و محبت کے رابطے

ملنے نہ ہوں وہ نفس کی خواہش لئے ہوئے
دونوں رہیں خدا سے تعلق رکھنے ہوئے

اس پر ہو اجتماع اسی پر جدائی ہو
اللہ ہی کے واسطے یہ آشنائی ہو

دنیا کی بات پر نہ لڑائی ہوا کرے
حتیٰ کہ آگے موت ہی ان کو جدا کرے

اور پانچواں وہ شخص جو پرہیزگار ہو
اسلاف کے مذاق کا آئینہ دار ہو

عورت کوئی حسین و جمیل اور بانسب
اپنی طرف بلائے برے کام کے سبب

لیکن وہ یوں جواب دے ڈرتا ہوں رب سے میں
تیرے قریب آتا نہیں اس سبب سے میں

گر تجھ کو خوش کروں تو وہ رب العالمین
ناراض ہو گا مجھ سے مجھے اسکا ہے یقین

اور ہاں چھٹا وہ شخص جو صدقہ کرے اگر
دے دائیں ہاتھ سے تو نہ ہو بائیں کو خبر

خیرات دے کے سب کو سناتا نہیں پھرے
نیکی اگر کرے تو جتنا نہیں پھرے

گرتزکرہ چھڑے بھی کہیں ہنس کے نال دے
نیکی کرے تو سچ ہے کہ دریا میں ڈال دے

اور ساتواں وہ شخص جو تنہائی میں کبھی
اپنے خدا کو یاد کرے اور اس گھڑی

اس مرد حق کی آنکھ سے آنسو نکل پڑے
سینے سے اسکے اشک کا دریا ابل پڑے

یا خوف سے خدا کے وہ ہو جائے اشکبار
پچھلے گناہ سوچ کے روتا ہو زار زار

اسکے لئے بھی عرش کے سائے کی ہے خبر
مخبر ہیں کون صادق کل سید البشر ﷺ

یہ ہیں وہ خوش نصیب وہ محبوب کردگار
اللہ کرے کہ ان میں ہمارا بھی ہو شمار

معیارِ عشقِ رسول ﷺ

کیا یہی عشق ہے کیا یہی پیار ہے
شکلِ عاشق سے معشوق ﷺ بیزار ہے

عاشقِ نابدار اک نظر دیکھئے
عاشقی کی عمارت تو مسمار ہے

کیا یہی ہیں مسلمان کے چال و چلن
معصیتِ معصیت پر بھی اصرار ہے

طالبِ مغفرت بھی تو کوئی بنے
یہ بجا ہے کہ اللہ غفار ہے

منہ دکھائے گا کیسے سرِ حشر تو
پیٹھ پر جو گناہوں کا انبار ہے

نفس و شیطان کو کرتا ملامت نہیں
کیا ضمیرِ مسلمان مردار ہے

کوئی عیسائی ہے اور یہودی کوئی
کفر و الحاد کا گرم بازار ہے

اور تو ہے کہ سوتا ہے گھر میں پڑا
جوشِ ایمان شاید کہ بیمار ہے

اپنی ہستی کو حق پر مٹا کر دکھا
اے مسلمان اگر تو وفادار ہے

ایک چھوٹے سے دل کی نہ تعمیر کی
تو بڑی کوٹھیوں کا تو معمار ہے

تجھ کو خلد بریں کی تو ہے جستجو
پر ترا ہر قدم جانبِ کمال ہے

ایک دو جے سے بغض و عداوت رکھیں
کیا یہی آدمیت کا معیار ہے

پر وہ آپس میں اٹھتی ہے کیا کیجئے
میں نے مانا ترے پاس تلوار ہے

الصلوة الصلوة امتی امتی
وقتِ رخصت یہی وردِ سرکار ﷺ ہے

اور یہ امتی اُف خدا کی پناہ
جن کو سنت پہ چلنا بھی دشوار ہے

صورتِ مصطفیٰ ﷺ سیرتِ مصطفیٰ ﷺ
کیا ترقی کی راہوں میں دیوار ہے

غیر کے راستے پر تو چلتا ہے کیوں
راہِ سنت پہ چلنے میں کیا عار ہے

اپنے اسلاف کو دیکھتا کیوں نہیں
کیوں نئی روشنی کا پرستار ہے

جو الاپے ترقی کا راگِ عبث
وہ مفکر نہیں ہے وہ شکار ہے

اپنی گفتار کا خود مخاطب اثر
کیونکہ سب سے بڑا یہ یہ کار ہے



اے کاش ترا خود کو پرستار نہ کرتے
ہم جانتے تو تم سے کبھی پیار نہ کرتے

کیا علم تھا ہم کو کہ ترا حسن ہے فانی
اک خواب کی مانند ہے الفت کی کہانی
ورنہ کبھی ضائع نہیں کرتے یہ جوانی

اور خود کو کبھی عشق کا پیار نہ کرتے
ہم جانتے تو تم سے کبھی پیار نہ کرتے

وہ زلفِ سیہ وہ لب و رخسار تمہارے
ہم جن کے سب ہو گئے بیکار تمہارے
اور ناز اٹھانے لگے بیکار تمہارے

اس دام میں ہم خود کو گرفتار نہ کرتے
ہم جانتے تو تم سے کبھی پیار نہ کرتے

کیا علم تھا ہے خواب بہت جلد بکھرنا
اے حسن کی دیوی تجھے اک روز ہے مرنا
نادان تھے کم فہم تھے اے دوست و گرنہ

مر جاتے مگر ہم ترا دیدار نہ کرتے
ہم جانتے تو تم سے کبھی پیار نہ کرتے

اے کاش ترا خود کو پرستار نہ کرتے
ہم جانتے تو تم سے کبھی پیار نہ کرتے

کیا علم تھا ہم کو کہ ترا حسن ہے فانی
اک خواب کی مانند ہے الفت کی کہانی
ورنہ کبھی ضائع نہیں کرتے یہ جوانی

اور خود کو کبھی عشق کا پیار نہ کرتے
ہم جانتے تو تم سے کبھی پیار نہ کرتے

وہ زلفِ سیہ وہ لب و رخسار تمہارے
ہم جن کے سبب ہو گئے بیمار تمہارے
اور ناز اٹھانے لگے بیکار تمہارے

اس دام میں ہم خود کو گرفتار نہ کرتے
ہم جانتے تو تم سے کبھی پیار نہ کرتے

کیا علم تھا ہے خواب بہت جلد بکھرنا
اے حسن کی دیوی تجھے اک روز ہے مرنا
نادان تھے کم فہم تھے اے دوست و گر نہ

مر جاتے مگر ہم ترا دیدار نہ کرتے
ہم جانتے تو تم سے کبھی پیار نہ کرتے

مراقبہ موت و حشر

پہلے تو یہ سوچئے میں کس قدر بیمار ہوں
اور پھر مرنے کو گویا اب تو میں تیار ہوں

بعد اسکے سوچئے میں مر گیا روتے ہیں سب
جمع میرے مرنے کی سن کر خبر ہوتے ہیں سب

مجھ کو تختے پر لٹایا اور نہلانے لگے
پھر کفن کچھ لوگ مل کر مجھ کو پہنانے لگے

اب مجھے سب دیکھتے ہیں آخری دیدار ہے
سب کے دل میں حسرتیں ہیں سب کے دل میں پیار ہے

اب جنازہ ہے مرا تیار لے جانے لگے
اہل خانہ کو مرے کچھ لوگ بہلانے لگے

لا کے میت کو مری مسجد کے باہر رکھ دیا
اور پھر میرا جنازہ سب نے مل کر پڑھ لیا

اب مجھے کچھ لوگ قبرستان لے جانے لگے
پھر وہ قبرستان پہنچ کر مجھ کو دفنانے لگے

کل ملک اپنے تھے جو وہ آج بیگانے لگے
جب اندھیرے میں مجھے سب چھوڑ کر جانے لگے

قبر میں اب میں ہوں تنہا پاس ہیں منکر نکیر
جانب حق سے یہ گویا آئے ہیں بن کر سفیر

اب انہوں نے جو کیا مجھ سے اثر کوئی سوال
پاس تو کچھ بھی نہیں اس بد عمل کے جز ملال

پھر یہ سوچیں حشر کا میدان قائم ہو گیا
روز محشر عدل کا میزان قائم ہو گیا

میں کھڑا ہوں اک طرف ہے خوف سے حالت بری
کیا دکھاؤں گا میں صورت ہے مری سیرت بری

غیب سے اتنے میں اک آواز آتی ہے مجھے
ذات اس قہار کی جیسے بلاتی ہے مجھے

آادھر آبد عمل تیرا بھی اب لے لوں حساب
کھول نکالوں ذرا اعمال کی اپنی کتاب

اب سوالوں سے میں ان کے ہو گیا ہوں لاجواب
خلد میں جانا کجا یاں ہو گیا حکم عذاب

اب فرشتوں کے لئے ہوتا ہے یہ ارشادِ حق
ڈال دو دوزخ میں اسکو تاکہ حاصل ہو سبق

زندگی بھر یہ برے اعمال کرتا ہی رہا
عالمِ فانی کی رنگینی پہ مرتا ہی رہا

اور ستم اس پر کہ خود کو باعمل کہتا تھا یہ
اپنی ہی تعریف میں شعر و غزل کہتا تھا یہ

کیا خبر اس کو نہیں تھی ایک دن پیشی بھی ہے
عقبی اس کا گھر ہے یہ دنیا میں پر ویسی بھی ہے

اس نے اپنی عاقبت تو خود ہی کر لی ہے تباہ
سن کے یہ باتیں جھکی ہے شرم سے میری نگاہ

لوگ سارے دیکھتے ہیں مجھ ذلیل و خوار کو
خاسر و بد بخت کو بدکار کو لاچار کو

اب سوائے حسرت و افسوس کے کیا کیجئے
اے اثر اس بات کو ہر روز سوچا کیجئے

ضعیفوں سے التجا

میں ہوں کیا اور میری حقیقت ہے کیا
میں کسی کو نصیحت کروں کیا بھلا
میرے طرزِ مخاطب سے ہوں مت خفا
مجھ میں برداشت کا اب نہیں حوصلہ

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

سوئے منزل چلا زیت کا قافلہ
شب کی تاریکی پھیلی ہے دن ڈھل گیا
ٹھٹھانے لگا زندگی کا دیا
اب ہے پیش نظر قبر کا مرحلہ

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

پہلے بچپن گیا پھر لڑکپن گیا
دیکھتے دیکھتے ہی جواں بن گیا
اب تو عہدِ ضعفی میں ہر فن گیا
اب تو مسجد کا آسان ہے راستہ

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

لاکھ شیریں تھا عہد جوانی کا پھل
اب تو گرنے کو ہے دارِ فانی کا پھل
جس نے کھایا ہے اس زندگانی کا پھل
اس کو چکھنا پڑا موت کا ذائقہ

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

میں نے مانا ہے مصروفیت ٹھیک ہے
زور پر کسب دنیا کی تحریک ہے
پر یہ سوچا کبھی قبر نزدیک ہے
اس کی خاطر بھی ہے کوئی سامان کیا

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

یہ بجا ہے کہ دنیا یہ رنگین ہے
باعثِ بے حسی اس کی تزئین ہے
پر یہ غفلت جو ہے جرمِ سنگین ہے
ہے بھیانک بہت آخرت کی سزا

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

آہ جو قرب مولیٰ سے محروم ہے
خود ہی ظالم ہے وہ خود ہی مظلوم ہے
ظاہراً خوش ہے باطن میں مغموم ہے
کیوں نہ ہو جب ہو خالق خوشی کا خفا

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

کاش ہو جائے پورا وہ قبل از اجل
رب سے وعدہ کیا تھا جو روزِ ازل
اتنے احساں فراموش اور بے عمل
ایسے برجائی ہوتے ہیں اہل وفا

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

دیں گے تقدان دنیا کی بہتات ہے
آخری عمر میں محو لذات ہے
اس قدر بے حسی بھی بری بات ہے
جاگے مرقد میں جاگے گا احساں کیا

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

کوئی تو مغفرت کا بہانہ بنے
لوگ فقرے کہیں یا فسانہ بنے
لاکھ اپنا مخالف زمانہ بنے
اب تو کرنی ہے حاصل خدا کی رضا

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

آہ بندوں کی حالت ہے کتنی خراب
معصیت پر نہیں آتا ان کو حجاب
آخرش کس طرح دوں میں انکو عذاب
بوڑھے مومن سے آتی ہے رب کو حیا

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

دیں نہ دل میں جگہ نخوت و جاہ کو
کر لیں پابند اب قوتِ باد کو
منہ دکھانا ہے محشر میں اللہ کو
اپنے اعمال کا خود ہی لیں جائزہ

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

اتنا محبوب ہے اپنا عہد شباب
اب بھی بالوں کو کرتے ہیں کالا خضاب
ختم ہوتا نہیں ہے امیدوں کا خواب
کیا اجل ہی سے ٹوٹے گا یہ سلسلہ

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

عمر رفتہ کی غفلت کا غم ہے بہت
میں نے مانا یہ غم محترم ہے بہت
مسئلہ یہ ہے اب وقت کم ہے بہت
اب تو کر ہی لیں اصلاح کا فیصلہ

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں اب
فکرِ عقلی سے سرشار ہو جائیں اب
اب بھی موقع ہے ہشیار ہو جائیں اب
غفلتوں کی بھی ہوتی ہے کچھ انتہا

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

اس سے پہلے کہ کھولیں فرشتے کتاب
اپنے اعمال کا کر لیں خود احتساب
جائے حسرت نہ بن جائے روزِ حساب
خون رونے سے بھی پھر نہیں فائدہ

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

رحمتِ حق کا گر چاہتے ہیں ظہور
پھر تو لازم ہے چہرے پہ سنت کا نور
تاکہ پہچان لیں حشر میں خود حضور ﷺ
اور کر دیں شفاعت کا مرثدہ عطا

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

ایک گل کے لئے گلستاں چھوڑ دیں
حکمِ خالق نہیں اپنا دل توڑ دیں
اب گنہ چھوڑ دیں اپنا رخ موڑ دیں
آخرت میں اگر چاہتے ہیں جزا

اب ضعیفوں سے ہے یہ مری التجا
خود کو تیار رکھیں برائے قضا

رقیبوں نے ریپٹ لکھوائی ہے

اکبر الہ آبادی مرحوم کے شعر پر قصید کی مثنوی نظم

وہی تاریخ جس کی رہ گئی تھی بس فسانے میں
وہ جو مظلوم بن کر کل تلک تھا آستانے میں
وہی مصروف ہے اب ظلم کی دیوار ڈھانے میں
مگر کچھ مہرباں مشغول ہیں کانٹے بچھانے میں

رقیبوں نے ریپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

نئی تہذیب کا یہ قتل عام اچھا نہیں لگتا
پڑھے لکھوں کو اسلامی نظام اچھا نہیں لگتا
غلاموں کو مئے وحدت کا جام اچھا نہیں لگتا
یہ وہ بندے ہیں جن کو رب کا نام اچھا نہیں لگتا

رقیبوں نے ریپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

بھلائی لا کھ پھیلانے برائی کیوں مٹاتا ہے
شراب معصیت کا جام منہ سے کیوں چھراتا ہے
کرے اپنی عبادت دوسروں کو کیوں بلاتا ہے
یہ خود تو جا گتا ہی ہے جہاں بھر کو جگاتا ہے

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

زمانے بھر سے رخ کو موڑنے کی بات کرتا ہے
سر میدان یہ سر پھوڑنے کی بات کرتا ہے
اس عہد نو میں ٹی وی توڑنے کی بات کرتا ہے
یہ دیوانہ محاصی چھوڑنے کی بات کرتا ہے

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

نہیں روکا گیا تو ایک دن حد کر کے رکھ دے گا
یہ قائم چار سو پر دے کی سرحد کر کے رکھ دے گا
کہ ماؤں بہنوں کو گھر میں مقید کر کے رکھ دے گا
یہ دیوانہ نفاق دیند احمد علیہ السلام کر کے رکھ دے گا

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

تسلیں معلوم ہے یہ کس قدر ہے سود کا دشمن
یہ غائب کا تمنائی یہ ہے موجود کا دشمن
یہ ابلیس لعین کی کاوش مردود کا دشمن
ترقی میں رکاوٹ منزل مقصود کا دشمن

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

نہ رشوت خود ہی لیتا ہے نہ ہم کو لینے دیتا ہے
نہ چوری خود ہی کرتا ہے نہ ہم کو کرنے دیتا ہے
نہ اپنی جیب بھرتا ہے نہ ہم کو بھرنے دیتا ہے
نہ یہ خود آگے بڑھتا ہے نہ ہم کو بڑھنے دیتا ہے

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

یہ دیوانہ فقط عشق و جنوں کی بات کرتا ہے
یہ سازوں کی نہیں سوز و دروں کی بات کرتا ہے
خدا کے راستے میں قتل و خوں کی بات کرتا ہے
یہ دنیا دے کے عقبی کے سکوں کی بات کرتا ہے

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

اَللّٰهُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ

کرۂ ارض کو گردش میں یوں زیرِ فلک رکھا کس نے
سورج چاند ستاروں میں یہ نور و چمک رکھا کس نے
لبلی کے فانی چہرے پر ایسا نمک رکھا کس نے
خالقِ حسن کی ہر لحظہ ہے شانِ نئی سبحان اللہ

اَللّٰهُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ

کیا کیجئے لبریز جب ان کی الفت کا پیمانہ ہو
عقل کی زنجیروں کو توڑے عشق میں یوں دیوانہ ہو
غیروں کا کیا ذکر جب اپنے آپ سے ہی بیگانہ ہو
نشہء عشق الہی یار و چیز ہی ایسی ہے واللہ

اَللّٰهُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ

تاریخ اپنی عظمت کی لکھوائی ربِ کعبہ
جان لٹا کر دین کو زندہ رکھا ہمارے آباء نے
جنگِ احد میں خونِ نبوت دیکھا جوں ہی صحابہ نے
اک دن میں دیں ستر جانیں ایسا پیارا ہے للہ

اَللّٰهُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ اَللّٰهُ

تج حکم خدا کو رکھیں اپنی گردن پر ہم بھی
 راہ حق میں اپنی ہتھیلی پر لے جائیں سر ہم بھی
 مثل علیؑ کے حملہ کر دیں نفس کے خیر پر ہم بھی
 راہ خدا میں جان لڑا دیں ہم بھی پڑھ کر بسم اللہ

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

عشق خدا کی آگ وہ پہلے صحنِ بول میں لگاتے ہیں
 جس سے معاصی کے سارے ہی خار و خس جل جاتے ہیں
 پھر سالک کو آسانی سے منزل پر پہنچاتے ہیں
 رب نے ایسا شیخ دیا ہے سب کہہ دو سبحان اللہ

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اپنے رب سے غافل ہو کر اپنی عمر گنوا بیٹھے
 بھول گئے اپنے مولیٰ کو ہم دل غیروں سے لگا بیٹھے
 خالقِ دل سے ناطہ توڑا دل کا چین لٹا بیٹھے
 چین کہیں ہے عشقِ بتاں میں توبہ توبہ معاذ اللہ

اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ

اب تک جو ہونا تھا ہوا اب دل سے توبہ کرتے ہیں
 ترکِ معاصی کا اے اثر ہم آج ارادہ کرتے ہیں
 اپنے شیخ کی محفل میں ہم لوگ یہ وعدہ کرتے ہیں
 اب مولیٰ کو راضی کریں گے سب کہہ دو انشاء اللہ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ



برکتِ ماہِ صیام اور بہارِ تقویٰ

ہے اس مہینے میں روح تازہ تباہ دنیائے آب و گل ہے
 ادھر شیاطین قید میں ہیں تو نفس دشمن بھی مضحل ہے
 جسے بھی دیکھو وہ تشنہ لب ہے جسے بھی دیکھو شکستہ دل ہے
 ہر اک کا معمول ذکر قرآن نماز روزے ^{مشتعل} ہے
 ہوائے غفلت اکھڑ گئی ہے عمل کا گلشن نکھر چکا ہے

بہارِ تقویٰ کی آگئی ہے گنہ کا موسم گزر چکا ہے
 زہے مقدمہ مبارک میں ہر مسلمان سنور چکا ہے

سب اہل ایمان ذکر و طاعت میں ایک دوسرے سے بڑھ رہے ہیں
 ادھر وہ افطار کر رہے ہیں ادھر تراویح پڑھ رہے ہیں
 تمام حفاظ پڑھ کے قرآن بہشتی زمیوں میں چڑھ رہے ہیں
 مسافرانِ رہ طریقت بھی سمت منزل کو بڑھ رہے ہیں
 گمان کی شب گزر چکی ہے یقیں کا سورج ابھر چکا ہے

بہارِ تقویٰ کی آگئی ہے گنہ کا موسم گزر چکا ہے
 زہے مقدمہ مبارک میں ہر مسلمان سنور چکا ہے

حلال سے تور کے ہوئے ہیں حرام سے بھی بچائیں خود کو
 کہ زندگی بھر لباسِ تقویٰ کی رونقوں سے سجائیں خود کو
 مہ مبارک کے بعد بھی تو عمل کا عادی بنائیں خود کو
 ہے شوقِ منزل تو شیخِ کامل کی صحبتوں میں منائیں خود کو
 خدا نے چاہا تو خود کہیں گے خودی کا نشہ اتر چکا ہے

بہار تقویٰ کی آگنی ہے گنہ کا موسم گزر چکا ہے
زہے مقدر مہ مبارک میں ہر مسلمان سنور چکا ہے

نہ اب زمانے کی بات کیجئے بس اپنے مولیٰ کا نام لیجئے
اب اپنے مرشد کے دامن حق کو آپ مضبوط تھام لیجئے
کہ غسل ترک گناہ کر کے حیات تقویٰ کا جام لیجئے
خدا کی نصرت بھی ساتھ ہو گی جو آپ ہمت سے کام لیجئے
کہ اب تو شیرازہ نفس و شیطاں کے دوسووں کا بکھر چکا ہے

بہار تقویٰ کی آگنی ہے گنہ کا موسم گزر چکا ہے
زہے مقدر مہ مبارک میں ہر مسلمان سنور چکا ہے

بری مجالس میں ہم نہ جائیں گے نیک صحبت میں اب رہیں گے
کہ بد گمانی سے بد نگاہی سے جھوٹ غیبت سے ہم بچیں گے
اور اب جماعت سے سب نمازوں کو جا کے مسجد میں ہم پڑھیں گے
جو عہد ہم نے کیا ہے مرشد سے اے آثر اس پہ مر میں گے
اسے ہو کیا اختیار خود پر فروخت خود کو جو کر چکا ہے

بہار تقویٰ کی آگنی ہے گنہ کا موسم گزر چکا ہے
زہے مقدر مہ مبارک میں ہر مسلمان سنور چکا ہے

متفرقات

پھر آج اشک کے دریا میں آگیا طوفان
پھر آج بستیٰ رخسار زیرِ آب ہوئی

ایک ساتھی کے داڑھی منڈا دینے پر جذبات کا اظہار

خواب تھا دامنِ امید مرا بھر جانا
میں نے اک قطرہ شبنم کو سمندر جانا

بے وفائی جو ہوئی تجھ سے ترا کیا تھا تصور
میں نے اس ظلم کو بھی اپنا مقدر جانا

اس کو خوش فہمی کی آخر کو سزا ملنی تھی
جس نے پڑمروہ کلی کو بھی گل تر جانا

اس کو دل چیر کے دکھاؤں تو حاصل کیا ہو
جس نے اس شیشہء نازک کو بھی پتھر جانا

ہائے افسوس مری آنکھ نے دھوکہ کھایا
اپنا قد اپنے ہی سائے کے برابر جانا

جیتے جی آنکھ نے سنت کا جنازہ دیکھا
ایسے جینے سے تو بہتر تھا مرا سر جانا

کس طرح کر لیا مومن نے گوارا یہ ظلم
تاجِ سنت سے تو ارزاں تھا اثرِ سر جانا

ایک دوست کے یونیورسٹی کو خیر باد کہنے
 پر اسکی تسلی کے لئے معترضین کو
 منظوم جواب

مجھے یہ غم کہ مری آخرت کا کیا ہو گا
 اسے یہ فکر کہ دنیا مری خراب ہوئی
 اسے گماں کہ ہے مقصد نظر سے پوشیدہ
 مجھ یقین کہ حقیقت خیال و خواب ہوئی
 اسے یہ دکھ کہ میں دنیا میں ہو گیا ناکام
 مجھے خوشی مری کوشش تو کامیاب ہوئی
 اسے ملال کہ مجھ پر ہی آزمائش کیوں
 میں اس پہ خوش کہ ادھر نظر انتخاب ہوئی
 پھر آج اشک کے دریا میں آگیا طوفان
 پھر آج بستی رخسار زیر آب ہوئی



فضیلتِ حفاظِ قرآنِ کریم

جن کو خدا نے حافظِ قرآن کر دیا
خلدِ بریں کا راستہ آسان کر دیا

رکھانہ جس نے قلب میں قرآن کا کوئی جزو
اس نے خود اپنے قلب کو دیران کر دیا

اپنے بڑوں کو حفظِ کلامِ عظیم سے
اک طفلِ نونہال نے حیران کر دیا

”اِنَّ لَّہٗ لِحَافِظُوْنَ“ یوں ہی نہیں کہا
حفظِ کلامِ پاک کو آسان کر دیا

دل اس کلامِ پاک کا ٹیلین کو کیا
اس کی دلہن کو سورۃِ رحمن کر دیا

دس نیکیاں ملیں گی ہر اک حرف پر اثر
آقائے نامدار ﷺ نے اعلان کر دیا



مرزا ٹھگوں سے کم نہیں۔

یہ کہنا کچھ ستم نہیں ہر گز فضول ذم نہیں
کہتے ہیں جھوٹ ہم نہیں مرزا ٹھگوں سے کم نہیں

وہاں کاذب و لعین وہ شخص مار آستیں
وہ دوزخی ہے بالیقین وہ لائق ارم نہیں

وہ باغی شہنشاہ کا وہ خار حق کی راہ کا
اس قوم پر اللہ کا وہ قہر تھا کرم نہیں

وہ مرکب تشنہ لبی وہ گمرہ تیرہ شی
وہ شخص لڑائی عتل بھی اللہ کی قسم نہیں

کانٹا روہ شجاعت کا رہزن اندھیری رات کا
اپنی کسی بھی بات کا وہ رکھ سکا بھرم نہیں

وہ نفس کا غلام بھی بد ذوق و بد کلام بھی
بدنام اس کا نام بھی ہر گز وہ محترم نہیں

مرزائیوں کا خوف و ڈر سینے ہے قصہ مختصر
آئے مقابل اثر اتنا کسی میں دم نہیں

یہ تیر اُس غلام پر ہے

یہ تیر اُس غلام پر اُس تیر گی کی شام پر
بد ذوق و بد کلام پر اُس گرگٹ الہام پر

جو کرنے کچھ عمل سکے جو صرف ہاتھ مل سکے
جسکا نہ زور چل سکے خود نطق بے لگام پر

سمجھ نہ تھی جسے ذرا دل جسکا کذب سے بھرا
ہیضے کی موت میں مرا پلتا رہا حرام پر

ڈرپوک بزدلی کرے غیروں کی پیروی کرے
آقا ﷺ سے دشمنی کرے لعنت ہے اس غلام پر

یہ مسئلہ اداق نہیں جب نام اور نسب نہیں
مرزائیوں کا حق نہیں اس دین پر اسلام پر

اک وہ شہ دنیا و دیں اک یہ درندہ زمیں
دھبہ ہے مرزائے لعین انسانیت کے نام پر

اپنی سزا وہ پائے گا دوزخ ضرور جائے گا
آنکھوں سے خوں بہائے گا اپنے خیال خام پر

ملتی بھی کیوں اسے سحر پھرتا رہا وہ در بدر
وہ جس کو ناز تھا اثر انگریز کے نظام پر

ملک قادیان مرزا غلام احمد قادیانی ملعون